عالمانہ ناصحانہ دلائل ومسائل سے مزین آسان اور عام فہم زبان میں خطبات کا خزینہ

خطباتِ رحیمی

﴿جلد ہفتم﴾

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی چرتھاولی حفظہ اللہ

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت پرتاب گڑھ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامت جلال آبادی) بانی ومہتمم دارالعلوم محمدیہ وخانقاہ رحیمی بنگلور

مرتب

ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی

نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

ناشر

مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	خطباتِ رحیمی (جلد ہفتم) جدید ایڈیشن
خطبات	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ
مرتب	:	ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی
سن اشاعت	:	۲۰۰۹ء، ۲۰۱۲ء
کتابت وتزئین	:	مولانا عبید الرحمٰن قاسمی حبان گرافکس بنگلور
تعداد	:	ڈھائی ہزار
قیمت	:	
ناشر	:	مکتبہ طیبہ نزد سفید مسجد، دیوبند، سہارنپور-247554 (یوپی)

﴿مرتب کا مکمل پتہ﴾

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)

Ph.: 080-23180000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	انتساب	10
2	توفیق الٰہی	11
3	اظہار اسعد	13
4	تمام مخلوقات اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں	16
	اللہ کا ذکر بڑی نعمت ہے	17
	چار غلام آزاد کرنے سے بہتر	18
	اللہ تعالیٰ بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ ہیں	18
	بڑا صدقہ اللہ کا ذکر ہے	19
	انسان اللہ کا عاشق ہے	20
5	سو فیصد مسلمان بنو	21
	ایک رتبہ والا غلام	23
	بندگی کی دولت انسان کو عطا کی	24
	ہمارے معاشرے کا حال	25
	حضور ﷺ کی پیشین گوئی	26
	رشوت اور بے ضمیری	27
	قیامت کے دن سوالات	28
6	عاجزی وانکساری اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے	30

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
	ناپسندیدہ بندہ	31
	خاموشی کے ساتھ دعا مانگنا	32
	دعا قبول کیوں نہیں ہوتی	33
	ایک نوجوان کی حالت	33
	مولانا مرتضیٰ حسن کا خواب	34
	بابا گنج شکر کا واقعہ	34
	اصلاح کا مطلب	36
	ایک چرواہے کی دعا	37
7	واقعۂ کربلا، اسلامی کلینڈر اور تعزیہ داری	39
	مسلم بن عقیل کی شہادت	40
	حضرت حسینؓ کی تقریر	41
	سانحہ کربلا پر حضرت حسینؓ کے رشتہ داروں نے نوحہ اور ماتم نہیں کیا	42
	ہندوستان میں تعزیہ اور ماتم کی رسم کب شروع ہوئی	43
	عاشورہ کے ماتم اور تعزیوں کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں	44
	محرم الحرام سے اسلامی کلینڈر کا آغاز کیوں ہوا	46
	نئے سال کے آغاز پر ہمارا طرز عمل	47
	نئے سال پر خوشی منائیں اور گذرے سالوں کا محاسبہ کریں	49
8	اعتکاف اور اس کے فضائل	51
	مستحبات اعتکاف	53
	اعتکافِ مسنون	53
	اعتکاف اور معتکف کے مسنون اعمال	54
	معتکف کی مثال	55

اعتکاف کی شرطیں 56
قرآن شریف پڑھنا 56
دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے 57
اعتکاف سے کیا مراد ہے 58
فضائل اعتکاف 59
9 اللہ کی ذات بڑی رحیم وکریم ہے 61
اللہ تعالیٰ کی بندہ سے محبت 63
لفظ اللہ کا ہندی ترجمہ 63
لفظ اللہ کا ہر حرف دعوت محبت دیتا ہے 64
خولہ بنت ثعلبہ کیلئے وحی 65
حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا واقعہ 67
بندوں پر اللہ کی مہربانیاں 68
ایک گنہگار عورت کا واقعہ 69
ہر چیز سے بڑھ کر اللہ سے محبت کریں 71
لیلیٰ کی قبر سے محبت کی خوشبو 71
10 قرآن کریم کی سات پیش گوئیاں 73
پہلی پیشین گوئی 75
دوسری پیشین گوئی 76
تیسری پیشین گوئی 76
چوتھی پیشین گوئی 77
پانچویں پیشین گوئی 77
چھٹی پیشین گوئی 78

ساتویں پیشین گوئی 79
جمع قرآن کے تین مراحل 80
11 سود کا انجام دنیا وآخرت میں تباہی 83
سود ایک قبیح لعنت ہے 84
غیر سودی نظام 86
ترقی یافتہ ممالک میں اسلامی بینک 86
سودی لوگوں کو عذاب 88
ایک سودخور کا انجام 89
سود کیا ہے؟ 90
رابعہ بصری کا واقعہ 91
12 مردوں کی کوتاہی سے عورتوں میں سود کا رواج 92
حضرت گنگوہی کا مقام 93
عورتوں پر بے جا بوجھ 94
ناجائز طریقے کا انجام 96
ایک بچے کا واقعہ 98
عربی بچہ کا ایمان 99
13 اپنی ہر مراد اللہ سے مانگو 102
دعا بہر حال فائدہ مند ہے 103
دعا مانگنے کا طریقہ 104
دعا مومن کا ہتھیار ہے 105
اللہ تعالیٰ ماں سے زیادہ محبت کرتے ہیں 106
14 اپنی نیکیاں محفوظ رکھو (غیبت سے بچو) 108

	حضور ﷺ کا معجزہ	109
	اخلاقی بیماریاں	110
	غیبت اور اتہام میں فرق	113
	غیبت سے بچنے کا آسان علاج	114
15	**اسلامی شادی**	116
	سیرتِ پاک ﷺ	117
	ایک اہم واقعہ	118
	حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی شادی	119
	حضرت خدیجہؓ سے نکاح	121
	حضور ﷺ کا نکاح ابوطالب نے پڑھایا	121
	شیخ زکریاؒ کا واقعہ	123
	شادی میں مطالبات کی فہرست	124
	مدراس کے قاضی کا واقعہ	125
	آدم وحواؑ کا نکاح	126
16	**شرک قابل عفو نہیں**	128
	حضرت حاذق الامت کا ارشاد	129
	آج ملاوٹ عروج پر ہے	130
	شیخ نوریؒ کا واقعہ	131
	مولانا عبیداللہ سندھی کا واقعہ	132
	ایک بزرگ محدث کا واقعہ	133
	سفید بال ویزا ہیں	134
17	**قبلہ اول مسجد اقصیٰ پر یہودیوں کا قبضہ**	135

	تین مساجد کا سفر	139
	یروشلم کا اصل نام	139
	حضور ﷺ نے امامت فرمائی	140
	اسلامی عہد میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر	141
	جب یروشلم کو فتح کیا گیا	142
	مسجد اقصیٰ کی جدید تعمیر	143
	بیت المقدس پر یہود کا قبضہ	145
	یہود دنیا کی ذلیل ترین قوم	145
	یہودیوں کی تذلیل	146
	مغرب کی اسلام دشمنی کا تازہ نمونہ	148
18	**ٹیپو سلطان شہیدؒ کی بے مثال شخصیت**	151
	غیور فرمارواں	152
	ٹیپو سلطان کی خدمات	153
	حیدر علی کا انتقال	155
	ٹیپو سلطانؒ کی شہادت	156
	فسطائی عناصر کی سازش	157
	ٹیپو سلطانؒ کا علم وحکمت	159
	ٹیپو سلطان کی وسیع القلبی	160
	ٹیپو کو اپنے وطن سے محبت تھی	163
	ٹیپو میزائل کے باپ ہیں	164
	سلطان کی اسلحہ سازی	165
	آج سے ہندوستان ہمارا ہے	166

19	حضرت علیؓ کے فضائل اور آپ کی شخصیت	167
	حضرت حسین اور نانا جان ﷺ	168
	حسینؓ اور حضرت علیؓ	169
	حضرت حسینؓ کا مکہ میں قیام	169
	امام حسینؓ کے اخلاق	171
	حضرت حسینؓ کی دعاء	173
	حضرت حسینؓ کے اوصاف	175

☆☆☆

خطباتِ رحیمی کی ہفتم جلد کا

انتساب

اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کے فضل وکرم اور توفیق سے خطباتِ رحیمی کی ساتویں جلد کا ثواب میں حضرت حبیب الامت عمت فیوضہم کے پوتوں اور نواسہ اور نواسیوں، عزیزم رافع عبدالحنان افضل، عزیزہ رافعہ افضل، عزیزم احمد احمد معین حبان عرف شبلی فاروق، عزیزم محمد محمد امین حبان عرف شاہی فاروق، عزیزہ عافیہ امینہ عثمان، عزیزم شافع عبدالمنان افضل، عزیزم محمد عفان سفیان اور عزیزہ نیرہ عفانہ خوشتر سلمہم کے نام معنون کرتا ہوں۔

جن کو دیکھ کر قبلہ والد بزرگوار کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور دل کی گہرائیوں سے دعا فرماتے ہیں: اے اللہ ان سب کو حاملِ قرآن وحدیث اور عاملِ دین متین بنا کرامت میں داعیانہ مقام اور کردار عطا فرما، اور روزِ قیامت ان کو اور ان کی اولاد کو اپنے محبوب بندوں میں شامل فرما۔ آمین! بَجَاہٗ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّحِمِیْنَ.

بندۂ عاصی

محمد فاروق اعظم حبان قاسمی چرتھاؤلی

نائب مہتمم دارالعلوم محمدیہ بنگلور

24/مارچ 2010ء بروز چہارشنبہ

توفیق الٰہی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ!

اس کریم مطلق، صناعِ عالم کا کروڑوں کروڑوں شکر واحسان ہے کہ جس نے ایمان عطا کیا، اور اسلام کو دین بنایا، اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ نے زبان سے اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائی، اور اسی کی عطا سے ہاتھوں میں جنبش نصیب ہوئی اور اس نے جو چاہا لکھوایا، صفحہ قرطاس پر مافی الضمیر ادا کرنے کا سلیقہ بھی رب العالمین کی عنایات سے ہے، اس کائنات میں جس قدر عطائیں اور بخششیں ہیں سب کی سب خدا وند دو جہاں رب الانام کے خزانہ سے ملی ہیں، بندہ کو بندگی کے لائق بھی اسی نے بنایا ہے اور بندگی کو قبول فرمانے والی ذاتِ اقدس بھی رب ذوالجلال کی ہے، احکم الحاکمین کی مرضی اور عطا سے ہی کائنات کا نظام جاری وساری ہے۔ اسی کے حکم سے آسمانوں پر بادل چھاتے ہیں اور ان سے بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ انسانوں کو پینے کا پانی اور رزقِ خاص، چوپایوں کو چارہ و پانی، اور کھیتوں کی سیرابی، اس رب العلیٰ رحیم وکریم کے درِ جود وسخا سے میسر ہے، غرض کائنات کا حسن وجمال، گلوں کی رنگت اور خوشبو بھی اسی کے حکم کا مظہر ہے۔ چٹیل میدان، ہرے بھرے پہاڑ اور پہاڑوں سے رستے آبشار قادر مطلب کا ہی کرشمہ ہیں، جس نے حضرت انسان کو کچھ نہ ہوتے

ہوئے بھی سب کچھ بنا دیا۔ اپنا مقرب اور اپنا خلیفہ بنا کر ہزاروں مخلوقات کے سامنے اس کے سر پر تاج اشرف رکھ دیا۔ ایسے مہرباں، ایسے مختار، ایسے خالق و مالک کا شکر حقیر زبان کیوں کر ادا کرسکتی ہے، یا کون سا قلم اس کی عطا اور بخشش کا احاطہ کرسکتا ہے؟ یقیناً آخر میں یہی کہنا اور لکھنا پڑتا ہے۔

ہم تیرے بندے ہیں اور تو ہے خدا   تو کریم مطلق اور ہم ہیں گدا
ہم گنہگار اور تو غفار ہے   ہم بھرے مصیبتوں سے تو ستار ہے
ہم ہیں بے کس اور تو بے کس نواز   ہم ہیں ناچار اور تو ہے چارہ ساز
تو وہ قادر ہے کہ جو چاہے کرے   جس کو چاہے دے جسے چاہے نہ دے

خلاصہ یہ ہے کہ تمام خوبیاں رحمٰن ورحیم کی محکوم ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی توفیق اور کرم واحسان ہے کہ خطبانِ رحیمی کی ساتویں جلد قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے، ان خطبات میں جو کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور عامۃ المسلمین کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

اللہ تعالیٰ ان خطبات کو بندہ کے لئے ذریعۂ نجات بنائے اور عامۃ المسلمین کے لئے اصلاح کا ذریعہ بنائے، نیز حبیب الامت عمت فیوضہم کے فیوض وبرکات عام اور تام فرمائے، آمین! ثم آمین! یارب العالمین۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خادم
محمد فاروق اعظم حبان قاسمی چرتھاوَلی
خانقاہِ رحیمی، بنگلور
۷ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ بروز چہارشنبہ

اظہارِ اسعد

تحریر: نوجوان خوش خصال عالم دین

حضرت مولانا محمد مزمل الرحمٰن صاحب اسعد مظاہری ندوی مدظلہ
ناظم ڈی ایم کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ بنگلور

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم، اَمَّابَعْدُ!

زمانہ کی تیز رفتاری، دورِ حاضر کی مادی ترقی نے اس کرۂ ارض کے انسان کو بامِ عروج عطا کردیا ہے، کیوں کہ نرا علم بھی جہل ہے، جس علم میں نورانیت اور خوفِ خدا یا حب فی اللہ نہ ہو وہ انسانوں کی تباہی کا ذریعہ بن جاتا ہے، اگرچہ ہوائی اور فضائی اسفار اور لاسلکی اختراعات نے مشرق ومغرب، خشکی وتری کے مابین پھیلی دنیا کو ایک چھوٹے سے گاؤں میں تبدیل کردیا ہے، یہ وسیع وعریض براعظم سمٹ کر جدیدیت کی روشنی میں ایک دوسرے کے قریب آگئے ہیں، بے حیائی کی بادِ سموم، عریانیت وفحاشی کو کلچر کا نام دیدیا گیا ہے، گویا اغیار کی تہذیب وتمدن ہی اس بشری کائنات کی ترقی کی ضمانت ہے، نہایت عیاری کے ساتھ آج کی مادی اور فرسودہ مغربی تہذیب کو پروپیگنڈے کی زبان دے کر سادہ لوح باشندوں کی ذہنی تطہیر کی جارہی ہے، اور لوگ اسے خیرخواہی کی نگاہوں سے دیکھ کر دل سے قبول کر رہے ہیں۔

ایک طرف انسانی اذہان کو بدی کی طرف مائل کرنے اور ماڈرن اور جدت کا لیبل لگا کر پراگندہ خیالات اور بے ہودہ افعال اور ناگفتہ بہ احوال کی تشہیر بطورِ تریاق کی جارہی ہے، جب کہ وہ دل فریب زہرِ ہلاہل ہے، جو خوبصورتی کے لبادے کے

ساتھ انسانوں کی آبادی کی طرف دوڑ کر آرہا ہے اور بلائے ناگہانی کی صورت میں انسانیت کو ڈس کر ختم کر رہا ہے، ان حالات میں انسانیت کی خیرخواہی اور اس کی عقبیٰ والی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے داعیانِ اسلام اور مفکرین دین وملت کے سامنے ایک بڑا چیلنج درپیش ہے کہ کس طرح دعوتِ فکر وعمل بندگانِ خدا تک پہونچائی جائے؟ بحمد اللہ ایسے ناموافق حالات میں بھی بہت سے دردمند دل انسان توکلاً علی اللہ حکمتِ عملی کے ساتھ طاغوتی قوتوں سے برسرِ پیکار ہیں، مغربی تہذیب کے طوفانِ بلاخیز سے بچاؤ کے لئے قوتِ فکر وعمل کے بندھ تعمیر کرنے میں مصروف ہیں اور زہرِ ہلاہل سے شفایابی کے لئے تریاق کا نسخۂ کیمیا فراہم کر رہے ہیں۔ داعیانِ اسلام دعوتِ عمل سے، خطبائے کرام اپنے مواعظ حسنہ سے، مصنفین عظام اپنی تصانیف سے چراغِ مصطفوی (ﷺ) کی روشنی چہار دانگِ عالم میں بکھیرنے میں منہمک ہیں۔ انہیں میں ایک نام نامی اسمِ گرامی حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی عمت فیوضہم کا بھی نمایاں نظر آتا ہے۔

آپ ایک جید عالم ہی نہیں بلکہ مربیٔ کامل اور شیخِ طریقت بھی ہیں، عارف باللہ حضرت مولانا حکیم شاہ زکی الدین احمد صاحبؒ کی صحبت بابرکت نے آپ کی مخفی شخصیت میں نکھار پیدا کردیا ہے، آپ جہاں ماہر نباض کی حیثیت سے جسمانی معالج ہیں، وہیں روحانی طور پر پیر طریقت بھی ہیں، گویا آپ کی نبض شناسی کا دائرہ بدنِ انسانی سے روحِ انسانی تک پھیلا ہوا ہے، حضرتِ والا نے امت مسلمہ کی زبوں حالی اور کمزوری کا سبب تعلیم کے فقدان کو قرار دیتے ہوئے اکیس سال قبل ایک معیاری ادارہ دارالعلوم محمدیہ قائم فرمایا تھا جو بحمدللہ تعالیٰ روشن مستقبل کے ساتھ رواں دواں ہے، دینی تعلیم کے ساتھ ضروری دنیوی تعلیمات سے روشناس کرا کر ملتِ اسلامیہ کو خصوصاً اور ہندوستانی سماج کو عموماً سلجھے ہوئے افراد فراہم کرانے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

حضرت حبیب الامت تصنیف وتالیف اور اپنی خطابت سے قلوب کو گرمانے اور روح کو تڑپانے کا کام انجام دے رہے ہیں، زیر نظر کتاب ''خطباتِ رحیمی'' کی ساتویں کڑی ہے، راقم الحروف نے ان خطبات کو بالاستیعاب پڑھا ہے، حالانکہ یہ خطبات کیسٹ کی دنیا سے صفحۂ قرطاس پر منتقل ہوئے ہیں، اس کے باوجود احقر بلاتکلف عرض کرتا ہے کہ قارئین کرام خطباتِ رحیمی میں قلم کی روانی، واعظ کا دردِ دل اور داعی کی کڑھن اور مصلح کی فکری صلاحیت اور صالحیت کو بھی ضرور محسوس کریں گے۔

حضرتِ والا کی تقاریر کی خاصیت یہ ہے کہ آپ نے دقیق سے دقیق مسائل کو آسانی سے حل کردیئے ہیں، اور خطابت کی زبان کو آسان اور عام فہم انداز میں پیش کر کے خواص وعوام کے لئے مفید تر بنادیا ہے، بالخصوص رودادِ بیت المقدس اور واقعۂ کربلا کو نہایت سلیس انداز میں کمال احتیاط اور تاریخی صحت کے ساتھ سامعین کے گوش گذار فرما کر قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے، ابھی تک حضرت کی کم وبیش چالیس کتابیں منشۂ شہود پر آچکی ہیں اور بحمد للہ تعالیٰ سب کو قبولیت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ ان خطبات کو بھی اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر آخرت کا ذریعہ بنائے اور حضرتِ والا کو برکتوں کے ساتھ عمر دراز فرمائے، اور امت مسلمہ کو خوب خوب استفادہ کی توفیق عطا فرمائے اور خطبات رحیمی کے مرتب حضرت مولانا ڈاکٹر محمد فاروق اعظم حبان قاسمی کی اس مبارک کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے، آمین! یارب العالمین!

احقر العباد
(مولانا) محمد مزمل الرحمٰن اسعد مظاہری ندوی
ناظم ڈی ایم کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ بنگلور

تمام مخلوقات اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اَلذِّکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرْ. وَقَالَ تَعَالٰی فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلاَ تَکْفُرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

اور اللہ کا ذکر سب سے بڑھ کر ہے، تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا اور میرا شکر کرو میری ناشکری مت کرو۔

شوق مری لے میں ہے، شوق مری نے میں ہے
نغمۂ ''اللہ ھو'' میرے رگ وپے میں ہے

محترم سامعین کرام، عزیز بھائیو اور بہنو!

اللہ کا ذکر بڑی نعمت ہے

آج کی اس نورانی مجلس میں ذکرواذکار سے متعلق چند باتیں انشاء اللہ گوشِ گذار کرونگا، ذکر سے بڑھ کر درحقیقت کوئی چیز نہیں جتنی عبادتیں ہیں ان میں اللہ کا ذکر ہی بڑی نعمت ہے۔

دنیا کی ساری ہی چیزیں اللہ کا ذکر کرتی ہیں یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ . آسمان اور زمین کی ساری چیزیں اللہ کی تسبیح پڑھتی ہیں ان کی تسبیح وتحمید اور ذکر اللہ کی کیفیت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے انسان نہیں سمجھ سکتا۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْئٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ. اور ہر چیز اس کی خوبیاں پڑھتی ہیں۔ لیکن ان کا پڑھنا تم سمجھ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اتنی ہی قوت فاہمہ عطا کی ہے کہ وہ انسانوں کی بات سمجھ سکے۔ مرغ صبح کو جو آواز لگاتا، مینڈک جو پانی میں آواز لگاتے ہیں وہ سب درحقیقت اللہ کا ذکر کرتے ہیں، اور انسانوں کو قلبی سکون اور جسمانی راحت تو اللہ کے ذکر ہی میں مل سکتی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ ذکر اللہ سے دور ہوتے جارہے ہیں اور آج کل لوگوں کا حال یہ ہے کہ ذکر کرنیوالوں پر ہی طعنے کستے رہتے ہیں۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''تم اتنی کثرت سے اللہ کا ذکر کیا کرو کہ لوگ تم کو دیوانہ کہنے لگیں۔''

''بے شک وہ لوگ جن کی زبانیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر رہتی ہیں ہنستے ہوئے جنت میں جائیں گے۔''

''غافل لوگوں میں اللہ کا ذکر کرنے والا اس مجاہد کی مانند ہے جو (میدانِ جنگ سے) بھاگنے والوں کے برخلاف ثابت قدم رہا۔''

چار غلام آزاد کرنے سے بہتر

''مجھے فجر کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک اللہ کا ذکر کرنے والے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں حضرت اسماعیل کی نسل کے چار غلاموں کو آزاد کروں اور مجھے عصر کی نماز کے بعد سے سورج ڈوبنے تک اللہ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنا، اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں چار غلام اولاد اسماعیل کے آزاد کروں۔

''جب بھی کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتی ہے تو فوراً فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور رحمتِ الٰہی ان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ سکون واطمینان ان پر برسنے لگتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرشتوں سے ان ذکر کرنے والوں کا تذکرتے ہیں۔ جو رب العزت کے پاس موجود رہتے ہیں۔'' اب اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم جیسوں کا تذکرہ اپنے فرشتوں سے کرتے ہیں، اس لئے ہماری چھوٹی بڑی کوئی مجلس ہو اس میں ضرور اللہ کا ذکر کرنا چاہئے حدیث شریف میں آتا ہے مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ. جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کی مثال زندہ کی سی ہے اور جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا اس کی مثال مردہ کی سی ہے تو یہی حال مجلس کا بھی ہوگا۔

چنانچہ وارد ہوا ہے۔ ''اگر کچھ لوگ ایک مجلس میں جمع ہوئے اور اللہ کا ذکر کئے بغیر وہاں سے منتشر ہوگئے تو یوں سمجھو کہ وہ ایک مردار گدھے کی لاش پر جمع ہوئے تھے اور اسے کھا کر منتشر ہوگئے اور یہ ان کی مجلس قیامت کے دن ان کے لئے بڑی حسرت وافسوس کا سبب ہوگی۔''

اللہ تعالیٰ بندے کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔ میں اس کے ساتھ ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ اگر وہ اپنے دل میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں

بھی تنہائی میں اسے یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ کسی مجمع میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں بھی اس کے مجمع سے بہتر مجمع میں اس کا ذکر کرتا ہوں۔

معاذ بن جبلؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ مجھے وصیت کیجئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے مقدور بھر اللہ کے تقویٰ کو اپنے اوپر لازم کرلو اور ہر شجر و حجر کے پاس اللہ کا ذکر کیا کرو اور جو بھی کوئی برا کام کر بیٹھو فوراً اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو۔ پوشیدہ گناہ کی پوشیدہ توبہ، اور اعلانیہ گناہ کی اعلانیہ توبہ۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: کسی شخص نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جو اللہ کے ذکر سے زیادہ اس کو اللہ کے عذاب سے نجات دلانے والا ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا، کیا اللہ کی راہ میں جہاد بھی اس سے افضل نہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد بھی اس سے افضل نہیں بجز اس شخص کے جہاد کے جو اپنی تلوار سے دشمنوں کی گردنیں اس قدر کاٹے کہ وہ ٹوٹ جائے۔ بجز اس شخص کے جہاد کے جو اپنی تلوار سے دشمنوں کی گردنیں اس قدر کاٹے کہ وہ ٹوٹ جائے۔ بجز اس شخص کے جہاد کے جو اپنی تلوار سے دشمنوں کی گردنیں اس قدر کاٹے کہ وہ ٹوٹ جائے۔''

بڑا صدقہ اللہ کا ذکر ہے

آپ ﷺ نے فرمایا ''کوئی صدقہ اللہ کے ذکر سے افضل نہیں ہے۔''

یعنی اللہ کے راستہ میں صدقہ وخیرات کرنا بہت ثواب کی چیز ہے مگر اللہ کا ذکر اس سے بڑھ کر ہے مولانا رومیؒ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ کی یاد ہی ایمان کا کل سرمایہ ہے۔ یعنی حاصل ایمان ہے، اور اس کی یاد میں ایسی لذت ہے کہ ہر گدا اس کی یاد کی برکت سے بادشاہ بلکہ رشک سلاطین ہو جاتا ہے۔

جو ان کی یاد میں بیٹھے ہر اک سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تخت سلیماں تھا

جس وقت بندہ کسی چٹائی پر بیٹھ کر اپنے اللہ کا نام پاک لیتا ہے تو اس کی یہ چٹائی بادشاہوں کے تخت کیلئے قابل رشک بن جاتی ہے۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شئے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
تمنا ہے کہ اب ایسی جگہ کوئی کہیں ہوتی
اکیلے بیٹھے رہتے یاد ان کی دلنشیں ہوتی

بلکہ دنیا کے سلاطین کا حال تو یہ ہے کہ افکار دنیویہ اس قدر ان کو لاحق رہتے ہیں کہ نیند نہیں آتی تو قصہ گو بلائے جاتے ہیں تا کہ قصہ سن کر نیند آجائے اور اب تو نیند آور گولیاں کھائی جاتی ہیں تا کہ نیند آجائے اور اللہ والوں کا حال یہ ہے کہ ان کا دل اللہ کے ذکر سے اس قدر مطمئن رہتا ہے کہ کسی طرح کا غم اور فکر ہی نہیں اور سوتے وقت بھی انکا دل اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. کان کھول کر سن لو اللہ کے ذکر ہی سے دل مطمئن ہوتے ہیں۔ راحت وآرام اور آسائش وزیبائش کی ساری ہی چیزیں کیوں نہ اختیار کرلیں مگر دلوں کو سکون اور اطمینان نہیں ہوسکتا ہے۔

انسان اللہ کا عاشق ہے

یہ اہل سلطنت اور صاحب ثروت جن کے پاس آرام وراحت اور آسائش وزیبائش کی ساری چیزیں ہوتی ہیں وہ تو بڑے مزے میں ہوتے ہیں ان کو قلبی اطمینان ہوتا ہے، یاد رکھیں یہ ہماری ظاہری آنکھ ان کو دیکھ رہی ہے ورنہ حقیقت تو یہ

ہے کہ ان کو حد درجہ افکار لاحق رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو فطرۃً اپنا عاشق بنایا ہے، انسان کے سینے میں ایک گوشت کا ٹکڑا یعنی دل رکھا ہے جس کو آرام وراحت صرف اور صرف عشق حقیقی میں ہوسکتا ہے اور ذکر کی لذت جس آدمی کو مل گئی تو دنیا کی ساری دولتیں اور لذتیں ہیچ معلوم ہونے لگیں بلکہ رات کو حکومت وسلطنت کو خیر باد کہہ کر چلدیئے اور پوری زندگی فقر وفاقہ میں بسر کرکے اللہ اللہ کرتے دنیا سے چلے گئے اور اپنی حقیقی زندگی کو سنوار گئے اللہ ہمیں کثرت سے ذکر اللہ کی توفیق عطا فرمائے۔آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

سو فیصد مسلمان بنو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً وَّلاَ تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّیْطَانِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

اٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق ومغرب میں ترے دور کا آغاز ہے

بزرگان محترم ،نوجوانان اسلام ،عزیز طلباء! گزشتہ جمعہ اسی آیت شریفہ کی روشنی میں کچھ باتیں آپ کے سامنے عرض کی گئی تھیں۔آج بھی اسی آیت مبارکہ کی روشنی میں اور اسی کے سیاق وسباق میں کچھ باتیں گوش گزار کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً اس آیت کا شان نزول گذشتہ جمعہ بیان کیا تھا کہ عبداللہ بن سلامؓ اس آیت کے نزول کا سبب بنے اور حضور سرورکونین ﷺ نے اس وقت اس آیت مبارکہ کا مطلب اور منشاء صحابہ کو سمجھایا تھا کہ آدمی کو اللہ کی نظر میں محبوب بننے کے لئے ضروری ہے کہ ظاہری اور باطنی اعتبار سے مکمل طور پر اسلام کا پیروکار ہو جائے اور اس کا کوئی کام خواہ وہ اجتماعی ہو یا انفرادی، اپنی ذات سے متعلق ہو یا غیروں کی، اسلام کے دائرے سے باہر نہ ہو اس کو کہیں گے پورے کے پورے اسلام میں داخل ہوگئے۔ آج ہمارا اپنا معاشرہ اور ہمارا اپنا کلچر اور تہذیب اسی چیز کا آئینہ دار ہے کہ ہم جو بھی کر رہے ہیں اور جو بھی ہم سے صادر ہو رہا ہے وہ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً کے خلاف ہے اس لئے کہ اس آیت شریفہ کا منشاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ آپ کی اپنی کوئی مرضی نہ ہو آپ کا اپنا کوئی تقاضا نہ ہو اور آپ کی اپنی کوئی خواہش نہ ہو بلکہ وہ سب اسلام کی خواہش اور اسلام کے مطابق ہو تو گویا وہ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ہے۔

ایک رتبہ والا غلام

ایک رتبہ والے نے ایک غلام خریدا اور گھر لے کر چل دیئے غلام سے پوچھا کہ تم کیا کام کروگے؟ تو غلام نے کہا کہ جو آپ پسند کریں، بزرگ نے پوچھا تم کیا کھانا پسند کرتے ہو غلام نے کہا کہ جو مالک کھلائے جو مالک پسند کرے کہا کہ لباس کیسا پسند کرتے ہو؟ غلام نے کہا کہ جیسا مالک کو پسند ہو، سونے کی کیا عادت ہے؟ غلام نے کہا کہ جیسے مالک سلائے ویسے ہی سونا ہے بزرگ رونے لگے فرمایا کہ بندگی تو اس غلام سے سیکھو کہ جو غلام ایک بندے کا اتنا تابع ہو وہ رب العزت کا کتنا تابع ہوگا، قرآن کریم میں جو عبد کا خطاب اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمایا ہے وہ

معمولی نہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بہت سارے مقامات پر عبد کا لفظ بیان فرمایا ہے اور کئی مقام پر تو اللہ تعالیٰ نے خود حضور ﷺ کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا. حضور ﷺ کو عبد سے خطاب فرمایا ہے، علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ عبد سے مراد وہ بندہ اور انسان ہے جس پر اللہ تعالیٰ کو بے انتہا ناز ہو وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ کو بے انتہا پسند ہو، وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ سے بے انتہا محبت وقربت رکھتا ہو، وہ بندہ جو اللہ تعالیٰ پر مرمٹنا جانتا ہو وہ بندہ جس کی زبان سے نکلنے والی بات کو اللہ تعالیٰ رد نہ فرماتے ہوں۔ اس بندے کو اللہ تعالیٰ عبد کے خطاب سے نوازتا ہے۔ یعنی بندگی اللہ تعالیٰ کے یہاں بہت اونچی چیز کہلاتی ہے۔

بندگی کی دولت انسان کو عطا کی

اللہ تعالیٰ آقا ہیں اور انسان عبد ہے غلام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ بندگی کو اپنے خزانہ میں نہیں رکھا اللہ تعالیٰ کے خزانے میں سب کچھ ہے لیکن بندگی نہیں ہے اپنے خزانے سے بندگی کو نکال کر انسان کو عطا فرمادی کہ لے یہ تیرے پاس رہے گی اب تو جو چاہے اس کے ذریعہ سے حاصل کرلے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو جب اظہار بندگی کرتے دیکھتے ہیں عاجزی اور انکساری میں مبتلا دیکھتے ہیں بندے کو جب اپنے لئے مرمٹتا دیکھتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ اس بندے سے پیار کرنے لگتے ہیں، محبت کرنے لگتے ہیں، اور یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے انسان کا ایمان کامل ہوتا ہے اور وہ مؤمن کہلاتا ہے، اس کو حضور اکرم ﷺ نے بہت ہی پیارے انداز میں صحابہ کو سمجھایا، کیا سمجھایا؟ صحابہ کی جماعت بیٹھی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جب تک میری ذات تمہارے مال جائداد تمہارے بیوی بچوں اور تمہارے ماں باپ حتیٰ کہ تمہاری جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جائے اس وقت تک تمہارا ایمان کامل نہیں ہو

سکتا، یعنی حضور اکرم ﷺ سے اتنی محبت ہو جائے کہ ماں باپ سے بھی اتنی محبت نہ ہو اولاد سے بھی اتنی محبت نہ ہو، بیوی سے بھی اتنی محبت نہ ہو، اپنی جان سے مال سے بھی اتنی محبت نہ ہو، جتنی آقائے مدنی ﷺ سے ہو، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تمہارا ایمان کامل ہوگا، سیدنا عمر فاروقؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ بیوی سے بھی زیادہ عزیز، ماں سے بھی زیادہ عزیز، باپ سے بھی سے زیادہ عزیز، اولاد سے بھی زیادہ عزیز، لیکن جان سے زیادہ عزیز نہیں ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر ابھی تمہارا ایمان مکمل نہیں ہوا، حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہونے والے الفاظ نے عمر فاروقؓ کو مقام احسان پر پہونچا دیا، حضرت عمر فاروقؓ نے محسوس کیا کہ واقعی یہ بات دل میں ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے محسوس کیا کہ حضور ﷺ تو مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں، عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے آپ میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں، یعنی جان بھی آپ کے سامنے کوئی چیز نہیں ہے، تو اس وقت حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمر تمہارا ایمان اب کامل اور مکمل ہوگیا۔ **اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً** اے مسلمانوں تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ، اس کا مطلب یہی ہے کہ جہاں دین کی بات آئے، جہاں اسلام کی بات آئے، جہاں اللہ اور اللہ کے رسول کی بات آئے وہاں ہم اپنے مال و منال اپنی بیوی اور بچوں، اپنے ماں باپ حتیٰ کہ اپنی جان کو بھی بھول جائیں اور اللہ اور اس کے رسول کا نام بلند کرنے میں لگ جائیں۔

ہمارے معاشرے کا حال

ہمارا حال یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں سے اپنا ایمان گنواں بیٹھتے ہیں۔ آج قدم قدم پر ایسے حالات ہیں، آپ بازار میں رہتے ہیں آپ کو معلوم ہے، آپ معاشرے میں رہتے ہیں تو آپ کو معلوم ہے کہ آج ایمان کو بچا کر چلنا نہایت مشکل

ترین کام ہے، ایسے حالات میں جبکہ کاروبار کو آپ صحیح ڈھنگ سے چلانا چاہتے ہوں تو آپ کا بہت کم لوگ ساتھ دینے کے لئے تیار ہوں گے، ان حالات میں وہ بندہ اللہ سے ڈرتا ہے، شریعت کے مطابق کام کرتا ہے، اللہ کی نظر میں بے انتہا محبوب ہے، آج ہم نے دھوکہ دینے کا نام ہوشیاری رکھ لیا ہے، رشوت کا نام اوپر کی کمائی رکھ لیا ہے اور جھوٹ وقت کی ضرورت سمجھ لیا ہے اور صاف کہتے ہیں کہ جھوٹ نہیں بولیں گے تو کام کیسے چلے گا۔ ان حالات میں وہ بندہ جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ سے ڈر کر زندگی گزارتا ہے یقیناً وہ اللہ کا محبوب ہے، گذشتہ جمعہ، میں نے عرض کیا تھا کہ شادی کے معاملات میں ہمارا اپنا نجی طور طریقہ جو ہمارے اپنے خاندانوں میں رائج ہے اس کو بجالانا ضروری سمجھتے ہیں لیکن جو طریقہ حضور ﷺ نے بتایا ہے اس پر چلنا یا تو ضروری نہیں سمجھا جاتا یا اس کو پیچھے ڈال دیا جاتا ہے اسی طرح زندگی گزارنے کے بہت سے طریقے چاہے وہ کاروباری ہوں یا کسی اور لائن سے تعلق رکھتے ہوں، اسلام اور شریعت کے خلاف ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے خلاف ہیں۔

حضور ﷺ کی پیشین گوئی

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ آئے گا لوگ مسلمان ہوں گے لیکن میری بات سے انکار کریں گے صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جب وہ مسلمان ہوں گے تو وہ آپ کی بات سے کیسے انکار کریں گے؟ فرمایا کہ انکار کا مطلب یہ ہے کہ وہ میری باتوں کو سنیں گے، میری سنتوں کا ان کو علم ہوگا لیکن وہ اس کے خلاف کریں گے، انکار سے یہی مراد ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ایک چھوٹے سے واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ **اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّةً** کا منشاء کیا ہے؟ امام

صاحب کا ایک چھوٹا سا لڑکا انتقال کر گیا بغداد شہر میں آپ کی شہرت تھی بہت سے لوگ تعزیت کیلئے آئے، آپ کو دلاسا دیا۔ ایک بار لوگوں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہؒ رو رہے ہیں پوچھا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں فرمایا میرے بیٹے کا انتقال ہوا تو پورا بغداد تعزیت کیلئے آیا، مزاج پرسی کی اور تسلی دی، لیکن آج میری ایک نماز قضا ہوگئی کوئی تسلی دینے والا نہیں، فرمایا کہ ایک نماز کا جان بوجھ کر چھوڑ دینا اس سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے کہ انسان کے بیوی اور بچے گھر کاروبار اور ساری چیزیں تباہ وبرباد ہوجائیں۔

رشوت اور بے ضمیری

مارکیٹ یا دکان سے لڑکا شام کے وقت گھر واپس آتا ہے تو پوچھتے ہیں بیٹا طبیعت اچھی ہے؟ آج کتنا کما کر لائے؟ لیکن بیٹے سے یہ نہیں پوچھتے ہیں کہ تم نے آج ظہر، عصر، مغرب پڑھی یا نہیں؟ کتنا کما کر لایا یہ تو پوچھا جا رہا ہے، کمائی کے دوران جو نماز کے اوقات تھے وہ محفوظ ہوئے؟ نماز کی پابندی ہوئی یا نہیں، سرکار دوعالم ﷺ فرماتے ہیں کہ نماز کے اوقات میں کاروبار بند کر کے نماز پڑھنا چاہئے، نماز کا وقت ہو تو پہلے نماز ادا کی جائے اس کے بعد کام میں لگیں، مسلمان خود سوچیں یہ حالت ہے چھوٹے چھوٹے معاملات میں، تو ہم پورے کے پورے اسلام میں کیسے داخل ہوسکیں گے؟ اللہ والوں کی شان بڑی عجیب ہوتی ہے اور ہر مومن اللہ والا ہے اور ہر غیر مومن شیطان والا ہے، مسلمان اللہ والا ہے، غیر مسلمان اللہ والا نہیں، مسلمان اس کو کہتے ہیں جو رحمٰن کا تابع دار ہو اور غیر مسلمان وہ ہے جو شیطان کا تابع دار ہے ہمیں اپنے اس معاملے میں غور کرنا چاہئے کہ صبح سے رات تک سینکڑوں کام ہوتے ہیں۔ کبھی سوچا ہے کہ کتنے کام شریعت کے مطابق اور کتنے کام شریعت کے خلاف ہیں۔

عبداللہؓ بن سلام جو اس آیت کے نزول کا سبب بنے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہم تھوڑا سا یہودیت پر باقی اسلام پر عمل کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم نازل ہوا اُدْخُلُوْ فِی السِّلْمِ کَآفَّةً. مکمل طور پر اسلام میں داخل ہوجاؤ۔ کفار مکہ نے بھی کہا تھا کہ اے محمد ﷺ سمجھوتہ کرتے ہیں کہ تم ہمارے خداؤں کو مانو اور ہم تمہارے رب کو مانتے ہیں، ایک دن ہم تمہارے رب کی عبادت کریں اور دوسرے دن آپ ہمارے بتوں کی پوجا کریں، قرآن نے اسی کی نفی کردی۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ. کفار نے کہا کہ اے محمد ﷺ تمہارے اور ہمارے درمیان کبھی جھگڑا نہیں ہوگا۔ بس ہم آپ کے خدا کو مانیں گے، آپ ہمارے بتوں کو مان لیں، قرآن نے اس کا فیصلہ کردیا۔ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۔ تمہارا راستہ الگ، ہمارا دین ہم کو مبارک، مسلمان کا کوئی کام، کوئی فعل، کوئی حرکت غیر اسلامی نہ ہو اس کو اسلام کہتے ہیں۔

اس لئے دوستو! قرآن کریم میں جو اللہ تعالیٰ نے احکامات بیان فرمائے ہیں ہمیں بھی ان کی معلومات ہو اور اہل وعیال کو بھی، اولاد کو آپ کما کر کھلائیں ان کا خرچ برداشت کریں یقیناً یہ بھی عبادت ہے لیکن اس کے ساتھ دینی احکامات بھی سکھائیں۔

قیامت کے دن سوالات

قیامت کے دن پوچھا جائے گا اپنے اہل وعیال کو دین کی تعلیم دی اور ان کی تربیت کی؟ حضرت عمر فاروقؓ کو خلیفہ بنایا گیا آپ نے حسینہ اور جمیلہ بیوی کو طلاق دیدی محض اسلئے کہ ان کا حسن وجمال اللہ عدل وانصاف میں رکاوٹ نہ بن جائے، مسلمان ہر معاملے میں اپنے گھر والوں کو ٹوکیں، ان سے باز پرس کریں، تم نے آج قرآن کریم کی تلاوت کتنی کی ہے، احادیث کتنی پڑھی ہیں نماز میں کتنا وقت

لگایا ہے، پڑوسی کے ساتھ آپ نے کونسا احسان کیا ہے؟ آنے والے مہمانوں کی کیا تواضع کی ہے؟ جب معاملات شریعت کے مطابق ہوں گے تو یقیناً ایمان بھی محفوظ اور عمل بھی قبول ہوگا، ضروری ہے کہ ہمارے بچے ہمارے اہل وعیال بھی قرآن وسنت پر عمل کے لئے جدوجہد کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُدْخُلُوْ فِی السِّلْمِ کَافَّةً. کہ تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ۔ وَلاَ تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّیْطَانِ. اور شیطان کی اتباع نہ کرو۔ اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنَ. کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے، اس کی اتباع کرنے میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور نبی کریم ﷺ سے بغاوت ہے، دعا فرمائیں اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

عاجزی وانکساری اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلاَمُ عَلیٰ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَّخُفْیَةً اِنَّهُ لاَ یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ. وَلاَ تُفْسِدُوا فِیْ الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلاَحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفاً وَّطَمَعاً اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْم.

سخن میں سوز، الٰہی کہاں سے آتا ہے
یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے

بزرگانِ محترم، نوجوانانِ اسلام، عزیز طلباء! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خزانے سے بے شمار نعمتیں انسانوں کو عطا فرمائی ہیں۔

ایک نعمت ایسی بھی ہے جس کو بندہ کے لئے مخصوص فرمادیا یعنی عاجزی اورانکساری، ارشاد فرمایا کہ یہ ہم نے انسان کو عطا فرمادی، عاجزی انکساری اختیار کرکے اللہ تعالیٰ سے بہت ساری نعمتیں حاصل کرسکتا ہے، عاجزی انکساری کو ایسی

چابی اور کنجی ہے جس کے ذریعے انسان بہت سی رحمتیں حاصل کرسکتا ہے، قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً کہ پکارو تم اپنے رب کو عاجزی، انکساری اور آہستگی کے ساتھ، اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں ایک ادب یہ بھی ہے کہ انسان عاجزی اور آہستگی کے ساتھ مانگے، صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ ہم سے دور ہیں یا نزدیک؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے قریب ہیں اس کے بعد ہی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ. اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ. حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ آدمی جس سواری پر سوار ہوتا ہے اور اس کی گردن سے جتنا قریب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ بندے کے قریب ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ارشاد فرمایا، نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد. اللہ تعالیٰ بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، کان کے پاس ایک چھوٹی سی رگ ہوتی ہے جو بہت باریک ہوتی ہے اس کو شہ رگ کہتے ہیں آدمی اسی رگ سے سنتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو عاجزی وانکساری دے دی، یعنی حاکمیت اپنے نام اور محکومیت بندے کے نام مختص فرمادی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ زیادہ محبوب ہے جو اللہ تعالیٰ سے مانگے۔

ناپسندیدہ بندہ

اللہ تعالیٰ کو وہ بندہ سب سے زیادہ ناپسند ہے، جو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر چیز اللہ سے طلب کرو یہاں تک

کہ تمہارے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے وہ بھی اللہ سے مانگو، یعنی ہر چیز اللہ ہی عطا فرمانے والے ہیں۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے آپ کو غلام تصور کرے کہ میرا رب ہی میرا مالک اور خالق ہے۔ جب تک بندے کو یہ تصور نہ ہو کہ میں غلام ہوں اور اللہ تعالیٰ میرے آقا اور میرے مالک ہیں اس وقت تک بندگی کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بندہ جب عاجزی سے، اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بندہ پر نازل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خاموشی کے ساتھ پکارو کہ اللہ تعالیٰ بندہ کے دل کے حال سے خوب واقف ہیں۔

خاموشی کے ساتھ دعاء مانگنا

علماء کرام فرماتے ہیں خاموشی سے دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کو اس لئے زیادہ محبوب ہے کہ اس میں عاجزی، انکساری زیادہ ہوتی ہے اور یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا۔ وَزَكَرِيَّا اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَاءً خَفِيًّا. زکریا علیہ السلام آہستہ آہستہ خاموش طریقے سے اللہ سے دعا مانگتے تھے۔

معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا طریق بھی یہی رہا ہے کہ وہ آہستہ دعا کرتے تھے لیکن کچھ مواقع پر زور سے دعا مانگی جاتی ہے دعا عاجزی اور انکساری کے ساتھ مانگی جائے اور دل میں کوئی اور خیال نہ رہے صرف ظاہر اور باطن سے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوجائے۔ حدیث میں ہے بندہ یارب یارب کہہ کر پکارتا ہے لیکن اس کی پکار اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس بندے کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام تو ایسی صورت میں دعاء کیسے قبول ہوگی؟ فرمایا کہ سب سے پہلے بندہ اپنے پیٹ کو ناجائز اور حرام مال سے پاک رکھے۔

دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟

حضرت ابراہم بن ادھمؒ نے ارشاد فرمایا کہ جن وجوہات کی بناء پر دعا قبول نہیں ہوتی ان میں ایک یہ بھی ہے کہ آدمی کا کھانا ناجائز ہو۔ پہننا ناجائز ہو علماء فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے دس روپے میں ایک روپیہ ناجائز شامل کر کے اس کا جبّہ بنا کر پہنا تو اس ایک روپے کی وجہ سے وہ ناجائز ہو گیا، اسکو پہن کر نماز قبول نہیں ہوگی، اس لئے ضروری ہے کہ ظاہر اور باطن پاک وصاف ہو، یعنی پیٹ میں ناجائز لقمہ نہ ہو۔

ایک نوجوان کی حالت

حضرت ابراہم بن ادھمؒ نے ایک نوجوان کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے اور بڑی عجیب وغریب حالت میں اللہ کا ذکر کر رہا ہے، بڑا تعجب ہوا، فرمایا کہ ایسا حال تو ہمارا ابھی نہیں، یہ کم عمر نوجوان اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کر رہا ہے، حضرت نے جستجو کی اور پوچھا یہ کہاں سے کھاتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ فلاں جگہ سے معلوم ہوا کہ جس آدمی نے اس کے کھانے پینے کا بندوبست کر رکھا تھا وہ ناجائز کماتا تھا، حضرت نے اس نوجوان سے فرمایا چند دن ہماری خانقاہ میں ہمارے دوستوں کے ساتھ رہو، نوجوان نے قبول کر لیا دو چار دن کے بعد اس کا ذکر موقوف ہو گیا، نوجوان نے کہا کہ حضرت یہ تو عجیب بات ہوئی کہ وہاں تو ذکر میں دل لگتا تھا اور یہاں ذکر میں دل ہی نہیں لگتا؟ فرمایا شیطان نے تمہیں اپنے جال میں پھنسا دیا تھا اور ذکر وشغل میں یہ بھول گئے کہ کھانا حلال ہے یا حرام، اور جب تم نے حلال کھانا شروع کیا تو شیطان نے مصنوعی کیفیت جو تمہارے اوپر طاری کر رکھی تھی وہ ختم ہو گئی۔ اسی لئے علمائے کرام نے فرمایا جو سچ بولے حلال کمائے اور حلال کھائے، جھوٹ نہ بولے، نماز

پانچوں وقت کی پڑھ لے حقوق العباد ادا کر لے تو وہ اللہ کے ولیوں میں شمار ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جو دعا کے طریقے بتائے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ زبان پاک وصاف ہو گالی گلوج، جھوٹ، غیبت میں ملوث نہ ہو، الزام تراشی نہ کرے، کسی پر تہمت نہ لگائے اپنی زبان سے کوئی لفظ ایسا نہ نکالے جس سے کسی کا دل دکھے، محاسن پیدا ہو جاتے ہیں تو زبان میں قبولیت کے آثار آجاتے ہیں۔

مولانا مرتضیٰ حسن کا خواب

حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ مستجاب الدعوات تھے جس کے لئے جو کہہ دیا وہ پورا ہو گیا انہوں نے خواب دیکھا کہ ان کے پاس تلوار ہے اور تلوار کی دھار بہت تیز ہے، اس دھار پر مکھی بیٹھی ہے، انگلی سے اڑانا چاہا تو انگلی تلوار کی دھار پر لگ گئی، آنکھ کھلی دیکھا کہ انگلی سے خون بہہ رہا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ سے عرض کیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو مستجاب الدعوات بنا دیا ہے اب تمہاری زبان سے جو نکلے گا وہ ہو جائے گا۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی آدمی تمہیں ستائے اور تم اس کیلئے بددعا کرو اور اس کو نقصان پہونچے، بددعا کرنا نبی ﷺ کی عادتِ شریفہ نہیں ہے، لہٰذا تم شہر چھوڑ دو اور جنگل میں جا کر رہو حضرت مولانا مرتضیٰ حسنؒ جنگل میں جا کر رہنے لگے، زیادہ تر وقت انسانوں کی آبادی کے باہر گزرتا تھا، مستجاب الدعوات کیلئے ضروری ہے کہ اس کی زبان اس کا دل اور اس کا جسم حرام چیزوں سے پاک وصاف ہو۔

باباگنج شکر کا واقعہ

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کا واقعہ ہے، ایک آدمی حضرت کے پاس آیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ آیا تو بہت زیادہ غمزدہ اور مایوس تھا حضرت نے پوچھا بھائی

کیا پریشانی ہے عرض کیا حضرت بہت غم ہے بہت فکر ہے دو بیٹیاں ہیں ان کی شادی کے لئے میرے پاس کوئی انتظام نہیں، حضرت نے فرمایا کہ اچھا دو اینٹیں اٹھا کر لاؤ، وہ لایا حضرت نے ایک پر کچھ پڑھ کر دم کیا تو سونے کی بن گئی اور دوسری پر دم کیا تو چاندی کی بن گئی۔

حضرت نے فرمایا کہ ان کو فروخت کر کے شادی کرو وہ خوشی خوشی چلا گیا، شادی خوب دھوم دھام سے ہوئی، جب آدمی کو مفت میں ملتا ہے تو بہت زیادہ خرچ کرتا ہے تو چند دنوں کے بعد وہ سب ختم ہوگیا، بیوی سے مشورہ کیا، بیوی نے کہا حضرت نے جو دعا پڑھی تھی وہ تم سیکھ کر آؤ اور اس دعا کے ذریعہ ہم انشاء اللہ مالدار ہوجائیں گے، حضرت کے پاس آیا تو حضرت سمجھ گئے، سلام کے بعد ادھر اُدھر کی باتیں کی، اس کے بعد عرض کیا حضرت وہ دعا سکھادیں جو آپ نے اس دن اینٹ پر پڑھی تھی تو حضرت نے ہنس کر فرمایا کہ بھائی ہم نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ایک کو سونا اور دوسرے کو چاندی بنادیا، اس کو یقین نہیں آیا کہا وہی سورۃ فاتحہ جو قرآن کریم کے شروع میں ہے، فرمایا ہاں ہاں وہی تو ہے، عرض کیا کتنی بار پڑھی تھی، فرمایا میں نے تو ایک بار پڑھی تھی تم تین بار پڑھ لینا، اس کو نسخہ مل گیا چونکہ بے قراری تو پہلے سے تھی، فوراً سلام کر کے چل دیا، گھر میں آیا بیوی سے کہا کہ سارا گھر صاف کرو تمام گھر کا آنگن پاک صاف کیا، جتنی پرانی اینٹیں تھیں سب دھوئی، سب کو ایک جگہ جمع کر دیا اس نے سورۂ فاتحہ ایک بار پڑھی دو بار تین بار سات بار پڑھی کچھ بھی اثر نہیں ہوا، سوچا حضرت نے دعا اصلی والی نہیں بتلائی۔

پھر حضرت کے پاس آیا حضرت سمجھ گئے فرمایا بھائی کیا بات ہے؟ عرض کیا حضرت سو بار پڑھ کر دم کیا تب بھی کچھ نہیں ہوا، حضرت نے فرمایا سورہ فاتحہ بھی وہی

ہے جو فریدؒ نے پڑھی تھی اور اینٹ بھی وہی ہے لیکن میرے دوست فرید کی زبان کہاں سے لائے گا، اس لئے کہ فرید کی زبان نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، فرید کی زبان نے کبھی گالی نہیں دی، فرید کی زبان نے کبھی حرام نہیں کھایا، فرید کی زبان نے کبھی غیبت نہیں کی، فرید کی زبان نے کبھی کسی پر بہتان نہیں باندھا، فرید کی زبان ہمیشہ ذکر میں مشغول رہی۔ اینٹ تم لاسکتے ہو سورہ فاتحہ تم پڑھ سکتے ہو لیکن فرید کی زبان تمہارے پاس نہیں۔

معلوم ہوا کہ زبان جتنی پاک اور صاف ہوگی اور اس کا ظاہر و باطن جتنا اچھا ہوگا اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی قرب ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا **اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعاً وَخُفْيَةً** تم عاجزی اور انکساری کے ساتھ یعنی بے انتہا اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارو: **إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْن** اور اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ **وَلاَ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلاَحِهَا** اور تم زمین پر فساد مت کرو جبکہ اصلاح ہوجائے۔

اصلاح کا مطلب

اصلاح کا مطلب یہ ہے کہ آپس میں جب رنجش ہو اور رنجش دور کرنے کے بعد جب آپس میں مل گئے تو پھر ایک دوسرے سے بغض نہیں رکھنا چاہئے، علمائے کرام کے نزدیک **بَعْدَ اِصْلاَحِهَا** کا مطلب یہ ہے کہ جب زمین پر بارشیں ہوجائیں اور فصلیں خوب اُگ جائیں اور کھیتیاں خوب لہلہائیں اور باغات میں خوب پھل لگ جائیں اور قحط سالی دور ہوجائے اور ہر طرف پھل اور فروٹ کا دور دورہ ہو تو ایسے میں اللہ کی نعمتوں کی خوب قدر کی جائے اور اس کو بے جا خرچ نہ کیا جائے، اس سے ہونے والی آمدنی کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کیا جائے جہاں اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہاں خرچ کیا جائے اور جہاں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے وہاں

نہ خرچ کیا جائے۔ بَعْدَ اِصْلاَحِهَا، وَادْعُوْهُ خَوْفاً وَطَمًا اور پکارو تم اللہ تعالیٰ کو خوف اور امید کے ساتھ، آدمی جب امید کے ساتھ پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی امید پورا فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بندہ میرے ساتھ جیسا گمان کرتا ہے ویسا ہی اس کے ساتھ معاملہ کرتا ہوں، بندہ کو یقین ہونا چاہئے میں جو مانگ رہا ہوں اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرمائیں گے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمارا کام تو دعا مانگنا ہے قبولیت کی ہم کو فکر نہیں، جب اللہ تعالیٰ مانگنے کی توفیق دیتے ہیں سمجھ جانا چاہئے کہ اللہ اس کو قبول بھی فرمائیں گے، اس لئے کہ مانگنے کی توفیق اسی نے دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَادْعُوْهُ خَوْفاً وَطَمَعًا. اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو حاجت طلب کرو انکساری کے ساتھ امید کے ساتھ اسلئے کہ امید بہت بڑی چیز ہے۔

ایک چرواہے کی دعا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا ایک بکریاں چرانے والا اللہ تعالیٰ سے خوب مانگ رہا ہے، رو رہا ہے گڑگڑا رہا ہے خوب عاجزی سے مانگ رہا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس پر رحم آ گیا اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ آپ اس کی دعا کو قبول نہیں فرماتے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ اگر یہ تجھ سے اتنی عاجزی سے مانگتا تو کیا کرتا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں فوراً اس کی حاجت پوری کر دیتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ تو اس کے ظاہر کو دیکھ رہا ہے اور میں اس کے باطن کو دیکھ رہا ہوں چرواہا دعا مانگتا ہے اور دیکھتا ہے بکریاں محفوظ ہیں یا نہیں، دعا تو مانگ رہا ہے لیکن اس کا دل بکریوں میں اٹکا ہوا ہے، موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس آئے اور کہا کہ دل سے بکریوں کی طمع نکال کر دعا مانگ، اس نے

حضوریٔ قلب سے دعاء مانگی، اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی دعا کو قبول فرماتے ہیں، بشرطیکہ خالص رجوع الی اللہ ہو کر دعا مانگے۔

وَادْعُوْهُ خَوْفاً وَطَمَعاً إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ. اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک میری رحمت اچھے کام کرنیوالے کے بہت قریب ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری حاجات اور مرادوں کو قبول فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

واقعۂ کربلا، اسلامی کلینڈر اور تعزیہ داری

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدَہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُوْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مَحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَلاَ تَقُوْلُوا لِمَنْ یُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ أَمْوَات . وَقَالَ تَعَالٰی، وَلاَ تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتاً وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سِیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

نقش ہیں سب نا تمام خون جگر کے بغیر
نغمہ ہے شودائے خام خونِ جگر کے بغیر

حضرات سامعین واساتذۂ کرام اور عزیز طلباء! آج چند اہم موضوعات پر کچھ ضروری باتیں عرض کرنی ہیں، سب سے پہلے واقعۂ کربلا جو بڑا ہی روح فرسا اور

دردناک ہے اسی کے تعلق سے لب کشائی کررہا ہوں، حضرت امیر معاویہؓ کا 60ھ میں انتقال ہوگیا تو یزید بادشاہ ہوا چونکہ یزید کسی اعتبار سے بھی مستحق خلافت نہ تھا بڑے بڑے صحابۂ کرام ہنوز رونق افروز تھے جو ہر طرح سے خلافت کے حقدار اور مستحق تھے علمی قابلیت انتظامی امور اور رسول اکرم ﷺ کے ساتھ خصوصی تعلق اور خاص صحبت کی وجہ سے اچھے تجربات رکھتے تھے اس لئے یزید کے خلیفہ بننے کیوجہ سے لوگ نالاں تھے اور بہت سے لوگوں نے یزید کی بیعت سے انکار کردیا انہیں میں نواسۂ رسول اللہ ﷺ جگر گوشۂ بتول سیدنا حسین بن علیؓ بھی تھے، چنانچہ مدینہ منورہ سے راتوں رات مکہ معظّمہ چلے گئے تاکہ اس ناحق بیعت سے بچ جائیں اور خانۂ خدا میں بیٹھ کر یکسوئی کے ساتھ اللہ کی عبادت کرسکیں لیکن کوفہ کے غداروں اور بے وفاؤں نے حضرت حسینؓ کے خون سے اپنے دامنوں کو داغدار کیا حضرت حسینؓ کو کئی ہزار خطوط بھیجے کہ آپ ہمارے پاس آجائیں ہم آپ کو اپنا خلیفہ بناتے ہیں کیونکہ آپ ہی خلافت کے حقدار اور مستحق ہیں، بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اہل کوفہ نے بارہ ہزار خطوط روانہ کئے تھے، حضرت حسینؓ نے حالات کا جائزہ لینے کے لئے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ روانہ کیا ادھر کوفیوں نے ابن زیاد کی تقریر سن کر مسلم بن عقیل کی بیعت سے پلہ جھاڑ لیا اور مسلم بن عقیل کو برسرعام شہید کرادیا۔

مسلم بن عقیل کی شہادت

مسلم بن عقیلؓ کوفہ پہونچے تو ان کا بڑا زوردار استقبال کیا گیا جس سے وہ بڑے متاثر ہوئے اور پہلے ہی دن بارہ ہزار لوگوں نے بیعت کرلی مسلم بن عقیل نے جب یہ صورت حال دیکھی تو حضرت حسینؓ کو خط لکھا کہ آجائیں چنانچہ حضرت حسینؓ نے رختِ سفر باندھا اور اہل وعیال کو بھی ساتھ لے لیا بڑے بڑے صحابہ کرام نے

کوفہ نہ جانے کا مشورہ دیا لیکن جب کسی کے مشورہ پر عمل پیرا نہ ہوئے تو آخر میں عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ کم از کم اہل وعیال کو تو ساتھ میں نہ لیجاؤ لیکن عازم سفر ہو چکے تھے اس لئے اہل وعیال کے ساتھ کوفہ روانہ ہو گئے اور حضرت حسینؓ کو راستہ ہی میں مسلم بن عقیلؓ کی شہادت کا علم بھی ہو گیا آپؓ نے ان کی بچی کو پیار کیا اور یہ قافلہ میدان کربلا میں پہونچا اب وہی کوفہ کے لوگ جنہوں نے حضرت حسینؓ کو ہزاروں خطوط روانہ کئے تھے وہی تلوار لے کر ان کو قتل کرنے کے لئے آئے ، حضرت حسینؓ نے ان کو وہ خطوط بھی دکھلائے لیکن کسی نے کوئی پرواہ نہ کی آپؓ نے کوفیوں کے سامنے یہ کہ کر تقریر شروع کی کہ میری تقریر کوئی نتیجہ نہیں دے سکتی مگر اتمام حجت کے لئے پیش کر دیتا ہوں ۔

حضرت حسینؓ کی تقریر

اے لوگو! تم میں سے ہر ایک شخص جو مجھ سے واقف ہے اور ہر ایک وہ شخص بھی جو مجھ کو نہیں جانتا اچھی طرح آگاہ ہو جائے کہ میں آنحضرت ﷺ کا نواسہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بیٹا ہوں، حضرت فاطمہ زہرا میری ماں اور جعفر طیارؓ میرے چچا ہیں اس فخر نسبتی کے علاوہ مجھ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ کو اور میرے بھائی حسن کو نوجوانانِ اہل جنت کا سردار بتایا ہے اگر تم کو میری بات کا یقین نہ ہو تو ابھی تک آنحضرت ﷺ کے بہت سے صحابی زندہ ہیں تم ان سے میری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہو میں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی میں نے کبھی نماز قضا نہیں کی اور میں نے کسی مومن کا قتل نہیں کیا، نہ آزار پہونچایا، اگر عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا بھی باقی ہوتا تو تمام عیسائی قیامت تک اس گدھے کی پرورش اور نگہداشت میں مصروف رہتے تم کیسے مسلمان اور کیسے امتی ہو کہ اپنے رسول کے نواسہ کو قتل کرنا چاہتے ہو نہ تم

کو خدا کا خوف ہے، نہ رسول ﷺ کی شرم ہے میں نے ساری عمر کسی شخص کو قتل نہیں کیا تو ظاہر ہے مجھ پر کسی کا قصاص بھی نہیں پھر بتاؤ تم نے میرے خون کو کس طرح حلال سمجھ لیا ہے، میں دنیا کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے قدموں میں پڑا تھا تم نے وہاں بھی مجھ کو نہ رہنے دیا پھر مکہ معظّمہ میں خانہ خدا کے اندر مصروف عبادت تھا تم کوفیوں نے مجھ کو وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور میرے پاس مسلسل خطوط بھیجے کہ ہم تم کو امامت کا حقدار سمجھتے ہیں اور تمہارے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا چاہتے ہیں جب تمہارے بلانے کے موافق میں یہاں آیا تو اب تم مجھ سے برگشتہ ہو گئے اب بھی اگر تم مدد کرو تو صرف میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھ کو قتل نہ کرو اور آزاد چھوڑ دو تا کہ میں مکہ یا مدینہ میں جا کر مصروف عبادت ہو جاؤں اور خدائے تعالیٰ خود اس جہاں میں فیصلہ کر دے گا کہ کون حق پر تھا اور کون ظالم، اس تقریر کو سن کر کسی نے کوئی جواب نہ دیا پھر حضرت حسینؓ فرمایا خدا کا شکر ہے کہ میں نے تم پر حجت پوری کر دی اور تم کوئی عذر پیش نہیں کر سکتے ۔

اس تقریر سے بھی کوفیوں کے دل نرم نہ ہوئے کیونکہ ان کے دل پتھر ہو چکے تھے بے وفائی اور غداری ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، بالآخر لڑائی ہوئی اور حضرت حسین اپنے ساتھیوں کے ساتھ جن کی تعداد 72 بتائی جاتی ہے میدان کربلا میں شہید ہو جاتے ہیں ۔

قتل حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

سانحۂ کربلا پر حضرت حسینؓ کے رشتہ داروں نے نوحہ اور ماتم نہیں کیا

حضرت حسینؓ کے بہت سے ساتھی شہید ہو گئے مگر حضرت حسینؓ نے کسی کی شہادت پر نوحہ وماتم نہیں کیا، خود حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد ان کے کئی رشتہ دار

موجود تھے، کسی نے ان کا نوحہ اور ماتم مروجہ طریقے کے مطابق نہیں کیا، نوحہ و ماتم کا مروجہ طریقہ شیعیت اور رافضیت کی ایجاد ہے جو خیر القرون کے بہت بعد وجود میں آیا، اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں ۳۵۲ھ کے آغاز میں شیعی حکمران معزالدولہ نے حکم دیا کہ دس محرم کو حضرت حسینؓ کی شہادت کے غم میں تمام دکانیں بند کردی جائیں، خرید وفروخت بالکل موقوف رہے، شہر اور دیہات کے لوگ ماتمی لباس پہنیں اور اعلانیہ نوحہ کریں، عورتیں اپنے بال کھولے ہوئے، چہروں کو سیاہ کئے ہوئے، کپڑوں کو پھاڑتے ہوئے سڑکوں اور بازاروں میں مرثئے پڑھتی، منہ نوچتی اور چھاتیاں پیٹتی ہوئی نکلیں، شیعوں نے اس حکم کی بخوشی تعمیل کی مگر اہل سنت دم بخود اور خاموش رہے کیونکہ شیعوں کی حکومت تھی۔ (تاریخ اسلام: اکبر شاہ نجیب آبادی)

مولانا عبد الرب گونڈوی لکھتے ہیں ”تعزیت کا مطلب ہے کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھ کر اسے تسکین دینا اور صبر کی تلقین کرنا، لیکن شریعت میں کسی کی موت پر صرف تین دن کی تعزیت جائز ہے، جس میں نہ رونا ہے نہ پیٹنا، نہ چیخنا ہے، نہ چلانا، نہ کپڑے پھاڑنا ہے اور نہ گریبان چاک کرنا، نہ سینہ کوبی کرنا ہے اور نہ زانو و رخساروں پر ہاتھ مارنا، لیکن موجودہ دور میں جو تعزیہ بنایا جاتا ہے، جسے حضرت حسینؓ کے روضے کی نقل کہا جاتا ہے، اس کے اندر ایک قبر بنائی جاتی ہے، اس پر قبہ اور گنبد بنایا جاتا ہے، لوگ اس میں روپیہ پیسہ، مٹھائیاں اور پھل وغیرہ رکھتے ہیں، خود اپنی بنائی ہوئی چیز کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھا جاتا ہے۔ (مواعظ حسنہ)

ہندوستان میں تعزیہ اور ماتم کی رسم کب شروع ہوئی

ہندوستان میں تعزیہ کی ابتدا تیمور لنگ کے زمانے میں اس کی کوششوں سے ۸۸۰ھ میں ہوئی۔ بتایا جاتا ہے کہ تیموری دور میں بادشاہ، وزراء اور عمالِ حکومت عام طور پر شیعہ تھے اور حکومت کی مصروفیات کی وجہ سے ہر سال کربلا جانا ان کے لئے مشکل تھا، اس لئے تیمور لنگ نے کربلا سے حضرت حسینؓ کے روضے کی نقل منگوائی اور اسے تعزیے کی شکل میں تیار کرادیا تاکہ لوگ اس کے ذریعہ کربلائے معلّٰی کی زیارت کا ثواب حاصل کریں۔ چنانچہ یہی ہوا اور بجائے کربلا کے اس کی نقل کی زیارت ہونے لگی اور اس نے بہت جلد وہ شکل اختیار کرلی جو اب رائج ہے۔“

آج کے اس دور میں دس محرام الحرم کو جو تعزیہ اور ماتم کی رسم چل پڑی ہے قرون بالخیر میں اس کا نام ونشان نہیں تھا اس میں کلام نہیں کہ دس محرم الحرام بڑا ہی بابرکت دن ہے، حدیث شریف میں اس دن کی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص دس محرالحرام کو اپنے اہل وعیال پر خرچ میں وسعت کرتا ہے اللہ تعالیٰ سال بھر تک اس کے لئے رزق میں فراخی اور کشادگی فرمادیتے ہیں، نیز حضور ﷺ محرم الحرام کی دس تاریخ کا روزہ رکھتے اور صحابہ کرام بھی پابندی کے ساتھ روزے رکھتے تھے۔ اسی طرح بعد کے ادوار میں بھی لوگ اس دن کا خاص خیال کرتے اور روزے صدقات وغیرہ کا بکثرت اہتمام کرتے تھے، لیکن تعزیہ داری نہ تو حضور ﷺ کے مبارک دور میں رہی اور نہ ہی خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام کے دور میں اور نہ ہی تابعین و تبع تابعین کے ادوار میں بلکہ بہت بعد یعنی ۸۸۰ھ میں اس تعزیہ داری کا رواج پڑا۔ آپ خود غور فرمائیں کہ جو چیز نہ تو آپ ﷺ کے زمانہ میں، نہ صحابہ کرام اور تابعین وتبع تابعین کے دور میں پائی گئی وہ کیسے صحیح ہوسکتی ہے؟

عاشورہ کے ماتم اور تعزیوں کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں

عزیز دوستو! امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لئے سب سے بڑا سانحہ اور حادثہ خود نبی اکرم ﷺ کی وفات ہے۔ ایک موقع پر رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا

جس عورت کے دو بچے انتقال کر گئے اور اس نے صبر کیا اس کے لئے جنت ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ جس عورت کا ایک ہی بچہ کا انتقال کر جائے اور وہ صبر کرے تو اس کا کیا ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس کے لئے بھی جنت ہے پھر سوال کیا کہ جس عورت کا کوئی بچہ انتقال نہیں کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے لئے سب سے بڑا حادثہ میری وفات ہے، یعنی میری وفات پر صبر کیا تو اس کے لئے بھی جنت ہے، صحابہ کرام کو آپ ﷺ سے جو محبت تھی وہ ظاہر ہے چنانچہ ایک صحابی اپنے کھیت میں تھے ان کے بیٹے نے آکر خبر دی کہ آپ ﷺ پردہ فرما گئے انہوں نے کہا یا اللہ جب حضور ﷺ ہی اس دنیا میں نہیں رہے تو اس آنکھ سے اب کسی کو نہیں دیکھ سکتا میری بینائی ہی سلب کر لے چنانچہ وہ نابینا ہو گئے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن حضور ﷺ نے پردہ فرمایا اس دن پورے مدینہ میں تاریکی چھا گئی، لیکن کسی صحابی نے ماتم نہیں کیا، نوحہ نہیں کیا، گریبان چاک نہیں کیا، نواسہ رسول سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ کی دس محرم الحرام کو میدان کربلا میں شہادت یقیناً ایک بہت بڑا سانحہ ہے جس کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی، لیکن ان کے گھر والوں میں سے کسی نے ماتم نہیں کیا تعزیہ بنا کر گلی کوچوں میں نہیں پھرایا، چھری اور چاقو سے اپنے جسموں کو زخمی نہیں کیا یہ سب غیر شرعی امور ہیں، شریعت کبھی ان چیزوں کی اجازت نہیں دیتی، عرب کے ایک عالم لکھنؤ آئے اور وہاں دیکھا کہ دس محرم الحرام کو شیعہ ماتم کر رہے ہیں اور یا حسین یا حسین کی چیخیں لگا رہے ہیں، انہوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے لوگوں نے بتایا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر ماتم کر رہے ہیں، انہوں نے کہا کیا آج ہی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم ہوا ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ماتم ہی نہیں کرنا چاہئے کیونکہ وہ تو شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتا ہے۔

ماتم وہ کریں جو منکر ہوں حیاتِ شہداء کے
ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے

محرم الحرام سے اسلامی کلینڈر کا آغاز کیوں ہوا؟

محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے۔ ہجری سن کا آغاز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا، عہد فاروقی میں جب امور سلطنت اور اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوا تو سرکاری امور کی انجام دہی میں تاریخ لکھنے کی ضرورت پیش آئی، اکثر ایسا ہوتا کہ امیر المؤمنین کی جانب سے گورنروں کو جو خطوط پہنچتے یا گورنروں کی جانب سے امیر المؤمنین کے پاس جو خطوط آتے ان پر تاریخ درج نہیں ہوتی تھی جس سے معاملات میں دشواری پیش آتی۔ اس بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ضرورت محسوس کی کہ مسلمان جو ایک مکمل دین، مستقل تہذیب اور مثالی تاریخ رکھتے ہیں ان کی اپنی اسلامی تاریخ ہونی چاہئے، جس کی بنیاد کسی اسلامی واقعے پر ہو! حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کو خصوصیت کے ساتھ اس طرف توجہ دلائی، امیر المؤمنین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ تجویز رکھی، سب نے اس کو پسند کیا۔

امیر المومنین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ طلب کیا کہ اسلامی تاریخ کا آغاز کس واقعے سے کیا جائے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی رائے دی۔ آخر میں یہ طے ہوا کہ اسلامی تاریخ کی ابتداء ہجرت کے واقعہ سے کی جائے کیونکہ ہجرت کا واقعہ اسلامی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک طرف مسلمانوں کی مکی زندگی کی یاد دلاتا ہے جہاں مسلمان مجبور و مظلوم تھے، قبول اسلام کی وجہ سے انہیں طرح طرح سے ستایا گیا، اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے مختلف کوششیں کی گئیں، ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے، مال و متاع چھین لیا گیا، قتل کی دھمکیاں دی گئیں، مال و دولت اور

جاہ ومنصب کا لالچ دیا گیا، بالآخر مسلمان مجبور ہوکر اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنے گھر بار اور ملک ووطن چھوڑنے کے لئے تیار ہوگئے، اور رات کی تاریکیوں میں ظالموں کی نظروں سے بچتے بچاتے حبشہ اور مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ ظالموں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو آپ ﷺ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک رات آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرلیا کہ جیسے ہی آپ ﷺ گھر سے نکلیں آپ کا کام تمام کردیا جائے، مگر آپ ﷺ اسی رات اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت میں مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ معاندین اسلام ہر ممکن کوشش کے باوجود نہ آپ ﷺ کو قتل کرسکے اور نہ اسلام کے بڑھتے سیلاب کے سامنے بند باندھنے میں کامیاب ہوسکے۔ اس طرح مکہ کی اس تاریک رات کے بعد مدینہ میں اسلام کی ایک نئی صبح اور نئے دور کا آغاز ہوا۔ ہجرت کے بعد صرف دس سال کی قلیل مدت میں اسلام جزیرۂ عرب سے نکل کر روم وایران کی سرحدوں کو پھاندتا ہوا ان کے ایوان شاہی کے آہنی دروازوں پر دستک دینے لگا، ہجرت کا یہی وہ روشن پہلو تھا جس کی وجہ سے صحابہ کرامؓ نے اسلامی تاریخ کی بنیاد اس واقعے پر رکھی اور اس کی ابتداء محرم الحرام کے مہینے سے کی۔ ''ہجرت کا واقعہ ربیع الاول میں پیش آیا تھا لیکن چوں کہ تمام قبائل عرب عربی سال کا پہلا مہینہ محرم کو گردانتے تھے، اس لئے دو مہینے آٹھ دن پیچھے ہٹ کر شروع محرم سے اسلامی سن کا اجراء کیا گیا۔'' (الفاروق، علامہ شبلیؒ)

نئے سال کے آغاز پر ہمارا طرزِ عمل

دنیا کی ساری قومیں نئے سال کا آغاز خوشی اور مسرت کے جذبات اور نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ کرتی ہیں، فالِ نیک کے طور پر ایک دوسرے کو نئے سال کی مبارکبادی دیتی ہیں، زندہ قومیں، ترقی پسند تحریکات وجمعیات اور آگے بڑھنے کا

جذبہ رکھنے والے افراد اپنے ماضی کا محاسبہ کرتے ہیں، نقائص اور ان کے اسباب کا جائزہ لیتے ہیں، پھر نقصان کی تلافی، حال کی تعمیر اور مستقبل کی ترقی کا منصوبہ اور لائحہ عمل بناتے ہیں مگر امت مسلمہ کے بعض افراد اپنے نئے سال کا آغاز نوحہ اور ماتم سے کرتے ہیں، اکثریت کو یہ تک نہیں معلوم کہ ماہ محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، وہ صرف یہ جانتی ہے کہ اس ماہ میں نواسۂ رسول حضرت حسینؓ کی شہادت ہوئی۔ شہادت حسینؓ ان کے نزدیک دنیائے اسلام کی سب سے بڑی شہادت ہے، یہ اسلامی تعلیمات سے دوری اور شیعیت سے اثر پذیری کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ان بدعات وخرافات سے بچائے۔ آمین!

حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں نے اسلام کو مٹانے کی بڑی کوششیں کی ہیں اور آج بھی کررہے ہیں جب اس میں کامیابی نہ مل سکی تو اسلام کے ماننے والوں میں اختلاف وانتشار کی راہ ہموار کرنے لگے۔ چنانچہ آپ ﷺ کے زمانہ میں اور آپ ﷺ کے بعد صحابہ وتابعین کے دور میں بھی یہودیوں نے بڑے بڑے فتنے پھیلائے اور امت مسلمہ کو مختلف گروہوں میں بانٹ دیا چنانچہ شیعیت بھی یہودیوں کے سردار عبداللہ بن سبا کی دین ہے اگرچہ آج شیعہ حضرات یہ تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سبا شیعیت کا بانی ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور اس سے قبل کے واقعات بھی درحقیقت انہیں ریشہ دوانیوں کا ایک حصہ ہیں، پھر حضرت علیؓ کے دور میں جنگ صفین اور جنگ جمل بھی یہودیوں ہی کی سازش کا ثمرہ ہے بلکہ یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ آج بھی جتنے اختلافات اور لڑائیاں وجود میں آرہی ہیں وہ سب یہودیوں کی دین ہے۔

نئے سال پر خوشی منائیں اور گذرے سالوں کا محاسبہ کریں

آج پوری دنیا میں نئے سال کے شروع ہونے پر بڑی خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے ایسی خوشی سے جس میں شرم وحیاء اور عفت و پاکدامنی کا جنازہ ہی نکل جاتا ہے نوجوان طبقہ عیاشی اور فحاشی کی تمام حدود کو پار کر جاتا ہے اور طرح طرح کی خرافات قسمہا قسم کی برائیاں اس دن میں انجام پاتی ہیں اور نیا سال منانا اسی طرح برتھ ڈے منانا ان سب چیزوں کا اسلام سے کوئی واسطہ اور تعلق ہی نہیں۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نیا سال نہیں آیا؟ صحابہ کرام کے زمانہ میں نیا سال نہیں آیا۔ کیا تابعین وتبع تابعین کے ادوار میں نیا سال نہیں آیا۔ یقیناً آیا پھر کیا انہوں نے نئے سال کے آنے پر اسی طرح خوشی منائی جس طرح آج کل منائی جارہی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ اس دن کی اہمیت بقیہ دنوں کی طرح ہی ہے، اس لئے ہم کو بھی انہیں کے طریقے پر چلنا چاہئے کیونکہ انہیں کے طریقے پر چلنے میں نجات اور کامیابی ہے، پھر اگر ہم خوشی منائیں تو کس بنیاد پر؟ یہ تو غم کی بات ہے کہ ہماری عمر میں سے کچھ دن کم ہو گئے۔

ہاں خوشی اس شرط کے ساتھ منائیں کہ گذرے ہوئے سالوں کا محاسبہ بھی کریں کہ آخر ہم گذشتہ سالوں میں کس قدر احکام اسلامی پر عمل پیرا رہے، ہم نے اپنی زندگی میں کچھ سدھار پیدا کیا یا نہیں، کتنے گناہ ہم سے ہوئے، کتنی نمازیں چھوٹیں، کتنے روزے ہم نے ترک کئے۔ حقوق اللہ وحقوق العباد کہاں تک ادا کئے۔ کتنی کوتاہیاں ہم سے ہوئیں۔ اب اس کی تلافی کی فکر کریں اور اللہ کے سامنے روئیں اور گڑگڑائیں کہ گذشتہ سالوں میں جو ہم سے کوتاہیاں ہوئیں اسے معاف فرما

اور آئندہ سال پر خوشی منائیں کہ یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ میری اتنی ساری کوتاہیوں اور غلطیوں اور گناہوں کے باوجود تو نے نیا سال مجھے دکھایا میں تو اس لائق نہیں تھا۔ اب عہد کرتا ہوں کہ تیرے حقوق، اور تیرے بندوں کے حقوق کا مکمل پاس ولحاظ کروں گا اللہ تعالیٰ ہمیں کہنے اور سننے سے زیادہ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

اعتکاف اوراس کے فضائل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدَهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَلاَ تُبَاشِرُوْا هُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

اورعورتوں سے مت ملوجبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف کئے ہو۔

تیرے شب وروز کی اور حقیقت ہے کیا
اک زمانے کی رو، جس میں نہ دن ہے نہ رات

بزرگانِ محترم ،عزیز طلباء! یہ رمضان المبارک کا مہینہ چل رہا ہے اوراس مہینہ میں ایک اعتکاف بھی ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ مومن سب سے یکسو اور منقطع ہو کر اللہ کے در پہ یعنی مسجد کے کسی کونے میں رہ جائے ذکر واذکار اورعبادت الٰہی میں

مصروف ومشغول رہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی بے پایاں رحمت برستی ہے۔ آپ علیہ السلام نبوت سے پہلے غار حرا میں چلے جاتے اور وہاں کئی کئی روز تک عبادت الٰہی میں لگے رہتے گویا وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلا اعتکاف تھا پھر وہیں قرآن کریم کا نزول شروع ہوا اور سورۂ اقراء کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں، تحقیق ہے کہ یہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ اور لیلۃ القدر میں آپ ﷺ نے ہر سال اعتکاف فرمایا اگر کسی سال ناغہ ہو گیا تو دوسرے سال اس کی قضاء اور بیس دنوں کا اعتکاف کیا۔

عن انس قال كانَ النَّبِىُّ صلى اللهُ عليه وسلم يَعْتَكِفُ العَشرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَاماً فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقبِلُ اعْتَكَفَ عِشْرِيْنَ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف فرماتے تھے ایک سال آپ ﷺ اعتکاف نہ کر سکے تو آئندہ سال بیس دن کا اعتکاف کیا۔ حضرت انسؓ کی اس روایت میں یہ صراحت نہیں کہ حضور ﷺ نے اعتکاف کیوں نہیں کیا تھا۔ مگر سنن نسائی اور سنن ابوداؤد وغیرہ میں حضرت ابی بن کعب سے ایک حدیث مروی ہے اس میں صراحت ہے کہ ایک سال رمضان کے اخیر عشرہ میں حضور علیہ السلام کو سفر کرنا پڑا تھا اس کی وجہ سے اعتکاف نہیں فرما سکے تھے۔ اس لئے اگلے سال بیس دن کا اعتکاف فرمایا تھا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جس سال آپ علیہ السلام کا وصال ہوا اس سال حضور ﷺ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا تھا، یہ بیس دن کا اعتکاف فرمانا شاید اس وجہ سے تھا کہ حضور ﷺ کو اشارہ مل چکا تھا کہ اس کے بعد حضور ﷺ کو اٹھا لیا جائے گا۔

احادیث صحیح میں منقول ہے کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تو نبی کریم ﷺ کے لئے مسجد میں ایک جگہ مخصوص کر دی جاتی اور وہاں کوئی پردہ چٹائی

وغیرہ کا ڈال دیا جاتا یا کوئی چھوٹا سا خیمہ نصب ہوتا۔ رمضان کی بیسویں تاریخ کو فجر کی نماز پڑھ کر آپ مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور عید کا چاند دیکھ کر وہاں سے باہر تشریف لاتے تھے۔ (معارف الحدیث)

رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف مثل دو حج اور دو عمروں کے ہے یعنی اس کے بقدر ثواب ملے گا۔

مستحبات اعتکاف

نیک اور اچھی باتیں کرنا، قرآن شریف کی تلاوت کرنا، درود شریف کا ورد رکھنا، علوم دینیہ کا پڑھنا، پڑھانا، وعظ ونصیحت کرنا، نماز پنجگانہ والی مسجد میں اعتکاف کرنا۔ (بہشتی زیور)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے۔ فرمایا کہ معتکف کے لئے شرعی دستور اور ضابطہ یہ ہے کہ نہ وہ مریض کی عیادت کو جائے اور نہ نماز جنازہ میں شرکت کے لئے باہر نکلے، نہ عورت سے مقاربت کرے، اور اپنی ضرورتوں کے لئے بھی مسجد سے باہر نہ جائے، سوائے ان حوائج کے جو بالکل ناگزیر ہیں، (جیسے رفع حاجت، پیشاب، پاخانہ وغیرہ) اور اعتکاف روزے کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ بغیر روزے کے نہیں۔ (سنن ابی داؤد، معارف الحدیث)

اعتکاف مسنون

حضور اقدس ﷺ کا بالالتزام رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کرنا احادیث صحیحہ میں منقول ہے، اور یہی سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ بعض کے اعتکاف کر لینے سے سب کی طرف سے کفایت ہو جاتی ہے۔

اعتکاف اور معتکف کے مسنون اعمال

دس دن کا اعتکاف سنت ہے، اس سے کم کا نفل ہے۔

عورت کیلئے اپنے مکان میں اعتکاف کرنا سنت ہے۔

حالت اعتکاف میں قرآن شریف کی تلاوت یا دوسری دینی کتب کا مطالعہ کرنا بھی پسندیدہ ہے۔ (بہشتی زیور)

انسان نہ محض جسم و مادہ ہے اور نہ صرف جان و روح بلکہ دونوں کے ایک مرکب اور مجموعہ کا نام ہے، جس طرح جسم و مادہ کا ایک عالم ہے اور اس کی صحت و مرض کے خاص قوانین ہیں، ٹھیک اسی طرح ایک مستقل عالم جان و روح کا ہے، روح کی صحت و مرض کے خاص قوانین ہیں، شریعت اسلامی ان دونوں عالموں کے متعلق ضروری ہدایتوں کا جامع ہے۔

جسم کو ہلاک کر دینا، انسان کے لئے خدا کی مرضی نہیں، البتہ جسم کو روح کے ماتحت رکھنا عین منشائے خداوندی ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ تمام عبادتیں صرف اسی مقصد کے لئے ہیں کہ روح کی لطافت طبعی قائم رہے، اور مادہ کی کثافتیں اس کی اصلی سرشت پر غالب نہ آنے پائے کہ یہی راہ عبدیت، یہی طریق معرفت، یہی مسلک خود شناسی ہے۔ روح کا انتہائی کمال یہ ہے کہ جسم سے الگ ہو کر نہیں بلکہ جسم کے ساتھ مراتب ترقی طے کرے، ٹھیک اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ روح کی رفتار ترقی میں سب سے زیادہ رکاوٹیں بھی اسی جسم سے پیدا ہوتی ہیں، غصہ، کینہ، حسد، حرص، وغیرہ جسم کی ہی ترکیب کا نتیجہ ہے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جو روح کی کمزوری و پژمردگی کا باعث ہوتی ہیں، اس کی طبعی پاکیزگی و صفائی کو گدلا کرتی رہتی ہیں۔ روح کی صحت و پاکیزگی و بالیدگی برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ جسم کو ہلاک

کئے بغیر کبھی کبھی مادی دنیا کے تعلقات کو کم کر کے انتہائی عروج پر پہنچا دیا جائے، شریعت کی زبان میں اس صورت پرہیز کا نام روزہ ہے، اس پرہیز کے شرائط کو ذرا سخت کر دیا جائے تو اس کا نام اعتکاف ہے، اعتکاف کے لفظی معنی کسی مکان کے اندر اپنے تئیں مقید کر دینے کے ہیں اصطلاح شریعت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان عبادت کی غرض سے مسجد میں قیام وسکونت کو لازم قرار دے لے۔

معتکف کی مثال

معتکف کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو کسی بادشاہ کے دربار سے جا کر چمٹ جائے کہ جب تک اس کی فریاد سن نہ لی جائے گی وہ در نہیں چھوڑ سکتا، آخر کار بادشاہ کو رحم آجائے اور اس کی فریاد سن لے تو یہی حال معتکف کا ہے کہ اللہ کے دربار سے جا کر چمٹ جاتا ہے کہ جب تک مغفرت نہ ہو جائے گی نہیں چھوڑے گا۔

اگر خالص اللہ کو راضی کرنے کے لئے اعتکاف کیا جائے تو بہت اونچی اور عظیم عبادت ہے، نبی کریم ﷺ اعتکاف کا بہت اہتمام فرماتے تھے، اعتکاف کرنے والے کے متعلق رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اعتکاف کرنیوالا گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کے لئے (بغیر کئے بھی) اتنی ہی نیکیاں لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لئے لکھی جاتی ہیں۔ (ابن ماجہ) اعتکاف کے ثواب کے متعلق نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ رمضان کے (آخری) دس دنوں کے اعتکاف کا ثواب دو حج اور دو عمروں کے برابر ہے۔ (بیہقی)

ایک لمبی حدیث کا خلاصہ ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے، اللہ جل شانہٗ جہنم کو اس سے زمین اور آسمان کے فاصلے سے تین گنا دور کر دیتے ہیں، یعنی جہنم سے اس کا گویا کوئی واسطہ ہی نہیں رہتا۔ کم سے کم اس ثواب

کے حاصل کرنے کا ایک بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ پانچوں وقت جب نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت کرلیا کریں، جب تک مسجد میں رہیں گے، اگر بالکل خاموش بھی بیٹھے رہیں، تب بھی اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا۔ اور اگر قرآن شریف یا تسبیحات وغیرہ بھی پڑھتے رہیں تو اس کا ثواب الگ ملے گا۔

اعتکاف کی شرطیں

جس مسجد میں اعتکاف کیا جائے اس میں پانچوں وقت نماز باجماعت ہوتی ہو۔ اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا، لہٰذا بے قصد وارادہ ٹھہر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے۔

حیض اور نفاس (ماہواری اور زچگی کے خون) سے خالی اور پاک ہونا اور جنابت (ناپاکی) سے پاک ہونا ضروری ہے بالغ ہونا یا مرد ہونا اعتکاف کے لئے شرط نہیں، نابالغ مگر سمجھدار مرد اور عورت کا اعتکاف بھی درست ہے۔

اعتکاف کی حالت میں بالکل چپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے، وہاں بری باتیں زبان سے نہ نکالے، غیبت نہ کرے، بلکہ قرآن شریف کی تلاوت یا کسی دینی علم کے پڑھنے پڑھانے یا کسی اور عبادت میں اپنے اوقات صرف کرے، خلاصہ یہ کہ چپ بیٹھنا کوئی عبادت نہیں، اعتکاف میں کوئی خاص عبادت شرط نہیں ہے، پھر بھی اچھی اور عمدہ باتیں کرنی چاہئیں۔

قرآن شریف پڑھنا

درود شریف کا ورد (سب سے بہتر درود وہ ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے) استغفار وتسبیحات میں مشغول رہنا، اچھی باتیں کرنا، انہیں کا سیکھنا سکھانا، دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا، سننا سنانا۔ وعظ ونصیحت کرنا۔ یا وعظ ونصیحت سننا، ذکر اللہ کرنا، صلوٰۃ التسبیح پڑھنے سے دس قسم کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، لہٰذا روزانہ اس

کا اہتمام کرنا چاہئے ۔نماز فجر سے فارغ ہوکر آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر پورے جسم پر دم کرنا اور سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر، استغفر اللہ اور درود شریف کی ایک ایک تسبیح پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔

فجر سے اشراق تک اور عصر سے فارغ ہوکر مغرب تک ذکر اللہ اور تلاوت وغیرہ میں مشغول رہنا، جہاں تک ممکن ہو، دوسرے اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کو اپنے قول وفعل اور کسی بھی طرز عمل سے تکلیف پہنچانے سے سخت احتیاط کرنا چاہئے۔

دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے

حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں معتکف تھے، آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کرکے چپ چاپ بیٹھ گیا، حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں، کیا بات ہے؟ اس نے کہا، اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے! میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے، اور نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اس قبر والے کی عزت کی قسم! میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں، اس نے عرض کیا کہ جیسے آپ مناسب سمجھیں، ابن عباسؓ یہ سن کر جوتا پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے، اس شخص نے عرض کیا کہ کیا آپ اپنا اعتکاف بھول گئے؟ فرمایا بھولا نہیں ہوں، بلکہ میں نے اس قبر والے (ﷺ) سے سنا ہے، اور یہ سنے ہوئے ابھی زمانہ کچھ زیادہ بھی نہیں گذرا (یہ الفاظ کہتے ہوئے) ابن عباس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، کہ نبی کریم ﷺ فرمارہے تھے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے، اور کوشش کرے اس کے لئے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے، اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضاء کے واسطے کرتا

ہے، اللہ جل شانہ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرمادیتے ہیں، جن کی مسافت آسمان وزمین کی درمیانی مسافت سے زیادہ چوڑی ہے۔ (طبرانی وبیہقی)

اعتکاف سے کیا مراد ہے

اعتکاف سے مراد اللہ تعالیٰ سے تعلق قلب کی تقویت کیلئے مسجد کے ایک کونے کو اپنی عبادت کے لئے مخصوص کرلینا، یہ امر مسلم ہے کہ رمضان المبارک میں رحمت خداوندی کی گھنگھور گھٹائیں موسلا دھار برس کر گناہوں کی سیاہی کو صاف اور قلوب و اذہان کو عمل صالح سے مزین کردیتی ہیں، چنانچہ جب رحمت خداوندی بھرپور جوش میں ہو تو ایک گناہ گار دامن امید پھیلائے اللہ تعالیٰ کے گھر میں بیٹھا التجائیں اور دعائیں مانگ رہا ہو تو بھلا اپنے گھر میں بیٹھے عاجز ومسکین بندے کو اپنے بحر متلاطم کی نعمتوں سے کیوں نہ نوازے گا اور پھر اسی آخری عشرے میں معتکف شب قدر سے سرفراز ہوکر ان انعامات ربانی کا مستحق ہوتا ہے کہ جن کے لئے ہر قلب مومن متلاشی ہے۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا ثواب شمار وقطار سے ماوراء ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ لیلۃ القدر بھی اسی عشرہ کی کسی رات میں ہے، معتکف کا ہر لمحہ عبادت میں شمار ہوتا ہے، معتکف کیلئے جائز نہیں کہ بلاضرورت شرعیہ مسجد سے ایک لمحہ کے لئے بھی باہر آئے۔معتکف چاہے مرد ہو یا خاتون اسے چاہئے کہ ہر لمحہ وہر گھڑی کو غنیمت جانے اور عبادت وریاضت کیساتھ دعاؤں میں انہماک رکھے اور اپنی دعاؤں کو اپنے لئے ہی مخصوص نہ رکھے بلکہ تمام مومنین ومومنات کو شامل رکھے، یاد رہے کہ بہت خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اعتکاف کرتے ہیں۔

شیطان لعین انسان کا ازلی وابدی دشمن ہے تلبیس ابلیس سے بچنا بہت مشکل ہے، مگر ہمارا پروردگار بے حد رحیم وکریم ہے انسان شیطانی چالوں میں پھنستا ہے

تو گناہوں کی دلدل میں دھنس جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ انسان کو کبھی توبہ واستغفار کے ذریعہ کبھی پنجگانہ نماز کے ذریعے گناہوں سے پاک وصاف کردیتا ہے لیکن شیطانی حیلے بہت خطرناک ہیں، انسان کو نفسانی خواہشات میں جکڑ کر حرص وہوس میں مبتلا کر کے اتباع ربانی سے دور کردیتے ہیں۔مگر رحمت ایزدی پھر جوش دکھلاتی ہے اور اپنے عاجز بندوں کو رمضان المبارک جیسا مقدس اور رحمتوں بھرا مہینہ عطا کرتی ہے کہ جس ماہ مقدس میں شیطان مقید، دوزخ کے دروازے بند، جنت کے دروازے کھلے اور داخلہ کیلئے رحمت ربانی بھرپور، اسی ماہ مقدس میں لیلۃ القدر ہے کہ جس کی فضیلت ہزار مہینوں سے بھی زیادہ ہے اگر انسان پہلے سے ساری عمر شیطانی چکروں سے نہ نکل سکے لیکن صرف ایک مرتبہ شب قدر میں خلوص نیت سے توبہ کر کے اتباع ربانی میں مشغول ہوجائے۔شب قدر رمضان المبارک کی آخری راتوں میں متوقع ہے۔

فضائل اعتکاف

عَنِ ابْنِ عَبَّاس اَنَّ رَسُولَ اللّٰـهِ ﷺ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفَ هُوَ یَعْتَکِفُ الذُّنُوبِ وَیَجْرِی لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّهَا.

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معتکف کے بارے میں فرمایا وہ گناہوں سے بچتا رہتا ہے اور اس کا نیکیوں کا حساب ساری نیکیاں کرنے والے بندے کی طرح جاری رہتا ہے اور نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہتا ہے، جب بندہ مسجد میں اعتکاف کرلیتا ہے تو نماز، تلاوت کے راستہ سے بہت سی نیکیاں کمانے کا موقع پالیتا ہے مگر نیکیوں کے بہت سارے دروازے بند ہوجاتے ہیں مثلاً کسی مریض کی عیادت نہیں کرسکتا، نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرسکتا، میت کو غسل نہیں دے سکتا، جبکہ یہ بڑے ثواب کے کام ہیں مگر معتکف کے لئے ان ساری نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا

رہتا ہے۔حضرت عائشہؓ کی ایک حدیث سنا کر بات ختم کرتا ہوں۔ عن عائشة قالت السنَّةُ علی الْمُعْتَکِفِ اَنْ لاّ یعُوْدَ مَرِیْضاً وَ لایَشْهَدُ جَنَازَةً وَلاَ یَمَسُّ الْمَراَةَ ولاَ یُبَاشِرُهَا ولاَ یَخْرُجُ لِحَاجَةٍ اِلَّا لِمَا لاَ بُدَّ مِنْهُ وَلاَ اعْتِکَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَ لاَ اعْتِکَافَ اِلَّا فِیْ مَسجِدٍ جَامِعٍ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ معتکف کے لئے شرعی دستور اور ضابطہ یہ ہے کہ وہ مریض کی عیادت نہ کرے اور جنازے میں شرکت نہ کرے نہ عورت سے صحبت کرے نہ بوسہ وکنار کرے، اور نہ کسی ضرورت کے لئے نکلے سوائے ان حوائج کے جو بہت ہی ناگزیر ہوں اور اعتکاف روزے کے ساتھ ہونا چاہئے۔اور اعتکاف جماعت والی مسجد میں ہونا چاہئے۔اس حدیث میں معتکف کے کچھ مسائل ضروریّہ بیان کئے گئے ہیں جن کا بجالانا معتکف کیلئے ضروری ہے۔نہیں تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا اور بعد میں اس کی قضاء کرنی پڑے گی۔مزید مسائل اعتکاف سے متعلق علماء سے معلوم کرلیا کریں تاکہ صحیح طریقہ پر سنت کے مطابق اعتکاف ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح اعتکاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

اللہ کی ذات بڑی رحیم وکریم ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدَہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُوْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالُنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مَحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لاَ تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعاً. اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْم. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

آپ فرمادیجئے اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے نفسوں پر زیادتیاں کیں، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ اللہ تمام گناہوں کو معاف کردینے والا ہے۔ بلاشبہ وہ بڑا مغفرت کرنے والا بڑا ہی مہربان ہے۔

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقین پیدا
تو کرلیتا ہے یہ بال وپر روح الامین پیدا

معزز حاضرین جلسہ، اور عزیز نوجوانو! میں نے جس آیت کریمہ تلاوت کی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا شان نزول یہ ذکر کیا ہے۔ کہ کچھ کفار جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بکثرت قتل کئے تھے اور جنہوں نے بکثرت زنا کئے تھے انہوں نے آپ علیہ السلام سے تذکرہ کیا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں بکثرت گناہوں کے مرتکب ہوچکے ہیں اگر ہم لوگ اسلام لے آئیں تو کفارہ کی کوئی شکل ہے؟ اور اگر کفارہ کی کوئی شکل نہیں تو پھر آبائی مذہب چھوڑنے سے کوئی فائدہ نہیں اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

آپ غور کرسکتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کافروں پر اس درجہ مہربان ہیں تو اہل ایمان پر کس درجہ شفیق ومہربان ہونگے۔ اسلام نے توبہ کا دروازہ کھول کر ظلم وعدوان اور سرکشی کا سدباب کردیا کیونکہ نفسانی خواہشات جب مشتعل ہوتی ہے تو بڑے سے بڑا دانشمند بھی انتہائی قبیح حرکتیں کر بیٹھتا ہے اسی طرح جب انتقام کے شعلے بھڑکتے ہیں تو بڑا سے بڑا حلیم الطبع انسان بھی عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے اب اگر اس کے لئے توبہ کا دروازہ کھول نہ دیا جائے تو انسان یہ سوچ کر کہ اب تو گناہوں کی معافی ہوگی ہی نہیں تو کیوں نہ صرف گناہ ہی کروں تو دنیا میں فتنہ وفساد قتل وغارت گری، دہشت گردی اور لوٹ کھسوٹ کا بازار ہی گرم ہوگا اور اگر انسان یہ سوچ لے کہ اللہ بڑے ہی غفور الرحیم ہیں، اللہ کی رحمت واسعہ کے مقابلہ میں ہمارے گناہوں کی کوئی حیثیت نہیں تو بھی گناہوں پر سرکش ہوجائے گا، اس لئے یہ دنوں چیزیں ہی انسان کیلئے سم قاتل ہیں تو شریعت مطہرہ نے توبہ کا دروازہ کھول کر دنیا کو برباد اور ہلاک ہونے سے بچالیا اور امن وامان اور سکون واطمینان کا گہوارہ بنایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کرم فرمائی اور بے انتہا لطف واحسان ہے کہ اس نے بڑے بڑے باغیوں

نافرمانوں اور سرکشوں کو بھی یہ مژدۂ جانفزا سنا دیا کہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں، بس شرط یہ ہے کہ سچے دل سے توبہ کرلو تمہاری ایک توبہ سے اللہ تعالیٰ زندگی بھر کے گناہوں کو معاف کردیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی بندہ سے محبت

ایک غزوہ میں ایک عورت کا دودھ پیتا بچہ گم ہوگیا وہ پریشان پریشان پھر رہی تھی کبھی گھوڑوں کے درمیان جاتی، کہیں گھوڑوں کی ٹاپ سے دب کر مرتو نہیں گیا، کبھی مردہ لاشوں کے درمیان جاتی کہیں تلوار کی زد اور نیزوں کی نوک پر آکر ہلاک تو نہیں ہوگیا، آپ علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہ یکایک اس عورت کا بچہ مل گیا وہ اس کو چومنے چاٹنے اور پیار کرنے لگی، تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا بتاؤ کیا یہ عورت اپنے اس بچے کو آگ میں ڈالدے گی تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ یہ تو ہرگز نہیں ڈال سکتی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اس سے کہیں زیادہ محبت ہے تو کیسے اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کو جہنم میں ڈالیں گے، اللہ بڑے ہی رحیم وکریم اور شفیق ہیں خود اللہ کا نام ہی بڑا شیریں اور میٹھا ہے۔

لفظ ''اللہ'' کا ہندی ترجمہ

لفظ اللہ اصل میں کس مادہ سے ماخوذ ہے اس میں اہل لغت کا اختلاف ضرور ہے مگر ایک کثیر گروہ علماء کا خیال ہے کہ یہ ولاہ سے نکلا ہے اور ولاہ اور ولہ کے اصل معنی عربی میں اس غم، محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتا ہے اس سے مطلق عشق ومحبت کے معنی ہیں اور اسی سے ہماری زبان میں لفظ ولہ شیفتگی، عشق

ومحبت مستعمل ہے اس لئے اللہ کے معنی محبوب اور پیارے کے ہیں جس کے عشق ومحبت میں صرف انسان ہی نہیں بلکہ کائنات کے دل سرگرداں، متحیر اور پریشان ہیں۔

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمانؒ مرادآبادی نے قرآن مجید کا ہندی زبان میں ترجمہ کیا ہے انہوں نے لفظ اللہ کا ترجمہ ہندی میں من وعن یعنی دلوں کا محبوب کیا ہے یعنی محبت کے لائق صرف اللہ کریم کی ذات ہے۔

لفظ اللہ کا ہر حرف دعوتِ محبت دیتا ہے

اگر لفظ اللہ سے کوئی حرف حذف کردیا جائے تب بھی بقیہ حروف ذات باری تعالیٰ کی محبت کی دعوت دیتے ہیں مثلاً اللہ کا پہلا حرف الف حذف کرلیں تو للہ باقی رہ جائے گا جس کا معنی ہے اللہ کے لئے یعنی محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے محبت کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے، اگر دوسرا حروف (لام) حذف کرلیں اور پہلی الف بحال رکھیں تو الہ باقی رہ جائے گا۔ جس کا معنی ہے معبود اگر پہلے دونوں حرف (الف اور لام) حذف کرلیں تو ''لہ'' باقی رہ جائے گا جس کا معنی ہے اس کے لئے اور اگر پہلے تینوں حروف حذف کرلئے جائیں تو ''ہ'' باقی رہ جائے جو اسی ذات کی نشاندہی کرتا ہے۔

''اللہ'' ایک ایسا لفظ ہے جو من حیث الکل ہے اس لفظ کا کوئی حرف یا کوئی حصہ بھی بے معنی نظر نہیں آتا گویا یہ لفظ بھی ذات باری تعالیٰ کی طرح ہر ہر اعتبار سے کامل ہے اور اس کا ہر ہر حرف دعوت محبت دیتا ہے۔ علامہ عبدالصمد صارم الازہری نے لکھا ہے کہ یہ لفظ اللہ قرآن میں 2698 جگہ آیا ہے کہیں الف لام کے ساتھ اور کہیں بغیر الف لام کے!

لفظ اللہ پر ایک ملفوظ یاد آیا حکیم الامتؒ حضرت تھانویؒ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اے اللہ آپ کا نام اتنا عظمت والا ہے کہ اگر ہم ہزار بار بھی مشک وعنبر سے اپنی زبان کو دھوکر آپ کا نام لیں تو بھی اس کے تقدس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

الرَّحیم رحم سے بنا ہے یہ وہ نام ہے جو رحمٰن کے ساتھ بہت بڑا تعلق رکھتا ہے رحم کا اطلاق عموماً درماندہ، بے کس، عاجز، ناتواں، مصیبت زدہ پر کیا جاتا ہے۔

ابوداؤد وترمذی میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اِرْحموا مَنْ فی الارْضِ یرحَمُکُمْ مَنْ فِی السماءِ

مولانا حالی مرحوم نے اسی کا ترجمہ اس شعر میں کیا ہے۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر — خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

اگر ہم دوسروں پر رحم وکرم کا برتاؤ کریں گے تو اللہ ہم پر رحم وکرم کا معاملہ کریں گے۔ اللہ کسی کے احسان اور نیکی کو ضائع نہیں کرتے بلکہ اس کا پورا پورا اور اچھا بدلہ عنایت فرماتے ہیں اور اگر ہمارے اندر دوسروں کے تئیں رحم وکرم اور شفقت کا جذبہ نہیں ہے تو خدا بھی ہم پر رحم وکرم نہیں فرمائیں گے۔

خدا رحم کرتا نہیں اس بشر پر — نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر

خولہ بنت ثعلبہ کیلئے وحی

خولہ بنت ثعلبہؓ کو ان کے خاوند نے طلاق ''ظہار'' دے دی۔ طلاق ظہار اس طلاق کو کہتے ہیں جس میں خاوند بیوی سے کہہ دے کہ تو میری ماں کی طرح ہے، یہ طلاق جاہلیت کی طلاق تھی اس میں رجوع ہو ہی نہیں سکتا طلاق کے بعد خولہؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا اللہ کے رسول ﷺ میرے خاوند نے مجھے

ظہار کر دیا ہے اس پر کیا فتویٰ ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو اس پر حرام ہوگئی تو وہ عورت کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ وہ میرے بچوں کا باپ ہے! مجھے اس سے بڑی محبت ہے اس کو مجھ سے بڑی محبت ہے آپ اس کو ختم کر دیجئے آپ ﷺ نے کہا تو اس پر حرام ہوگئی وہ پھر کہنے لگی یا رسول اللہ ﷺ جوانی میری ختم ہوگئی، مال میرا ختم ہو گیا، میں بانجھ ہوگئی اب تو کوئی مجھ سے شادی بھی نہ کرے گا، نہ میرے پاس اتنا مال ہے کہ میں بقیہ زندگی آرام سے گزار سکوں وہ ضد کرتی رہی آپ ﷺ سمجھ گئے یہ تو مانتی ہی نہیں ہے تو آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا جب خولہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے منہ پھیر لیا ہے تو اس نے کہا کہ آپ نہیں سنتے تو میں آپ کے رب کو سناتی ہوں۔

اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اے اللہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر میں ان کو اپنے پاس رکھوں گی تو کھلاؤنگی کہاں سے؟ اس کے پاس رکھوں گی تو ضائع ہو جائیں گے، اے میرے مولیٰ تو اپنے حبیب ﷺ کی زبان سے میرے حق میں فیصلہ فرما، یہ نہیں کہا کہ فیصلہ کر دے، بلکہ اپنے حق میں فیصلہ کرانے کی دعا کی اور کھڑی ہو کر خوب رونا شروع کیا۔

یہ واقعہ آپ ﷺ کے گھر میں پیش آیا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں اس پر ترس آنے لگا کہ اچانک وحی آنا شروع ہوگئی اس پر عائشہؓ نے فرمایا کہ چپ ہو جا وحی آرہی ہے، جب وحی کے آثار ختم ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خوش ہو جا اللہ نے تیرے حق میں فیصلہ کر دیا، اس میں اللہ نے صرف وحی نہیں بھیجی بلکہ قرآن اتارا اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت تک آنے والے انسانوں کو پتہ چل جائے کہ جو عورت یا مرد مجھ سے اس طرح فریاد کرے تو میں اس کی فریاد کو پورا کرونگا، وحی جو قرآن کی صورت میں نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَکِیْ إِلَی اللَّهِ وَاللَّهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَکُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِیْعٌ بَصِیْر.

ہم نے سن لی اس عورت کی فریاد جو آپ کے پاس اپنے خاوند کا جھگڑا لے کر آئی تھی میں آپ دونوں کا مناظرہ سن رہا تھا، وہ اقرار کرانا چاہتی تھی ہم فیصلہ کرتے ہیں! یہ طلاق کوئی طلاق نہیں ماں صرف وہی ہے جس نے جنا ہے، بیوی ماں نہیں بن سکتی، ہاں اس کی سزا یہ ہے کہ تین روزے رکھے، یا ساٹھ (٦٠) مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ایک غلام آزاد کرے، تو بیوی حلال ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی پکار پر قانون نازل فرمایا۔

اس واقعہ میں ہمارے لئے نصیحت اور سبق ہے کہ ہم بھی اپنی پریشانیوں اور مشکلوں کو اللہ کے سامنے پیش کریں اللہ ہماری فریاد سنیں گے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا واقعہ

حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی نسبت مروی ہے کہ آپنے ایک شخص کو فسق و فجور میں مستغرق دیکھ کر اس کی ہلاکت کی دعاء کی وہ شخص ہلاک ہوگیا پھر ایک دوسرے شخص کو اسی حالت میں دیکھا اور بددعا کی چنانچہ وہ بھی ہلاک ہوگیا، علی ہٰذا ایک تیسرے کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی جب چوتھی دفعہ آپ ایک فاسق کی نسبت دعائے ہلاکت کرنے لگے تو بذریعہ وحی آپ کو بارگاہ رب العزت سے یوں ممانعت ہوئی کہ اے ابراہیمؑ بس ٹھہر جاؤ! اگر ہم ہر ایک شخص کو اسی طرح گناہوں پر مؤاخدہ کرنے لگیں تو روئے زمین پر سوائے گنتی کے چند آدمیوں کے کوئی زندہ نہیں رہے گا، مگر ہمارا قانون ہے کہ جب کوئی معصیت کرتا ہے تو ہم اسے مہلت دیتے ہیں اگر وہ توبہ کرلے تو ہم اس کی توبہ کو قبول کرلیتے ہیں اور اگر معصیت پر اصرار کرتا چلا جائے تو

ہم عذاب میں تاخیر کردیتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ بیچارہ ہمارے قبضۂ قدرت سے کبھی باہر نہیں جا سکتا۔ (شرح اسماء الحسنٰی)

اللہ بڑے ہی معاف کرنے والے ہیں مگر ہم کو اپنے گناہوں پر جری نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ قہار و جبار بھی ہیں تو یہ صفت بھی ذہن میں رہے ہاں اگر کوئی گناہ ہو ہی گیا تو اللہ کے سامنے گڑگڑا کر معاف کرالیں۔

حضرت عطاؒ ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم باہم خوش طبعی میں ہنس رہے تھے، ارشاد فرمایا تمہیں ہنسی سوجھتی ہے حالانکہ دوزخ تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے بخدا میں تمہیں ہنستا ہوا نہ دیکھوں، یہ فرما کر واپس تشریف لے گئے اور ہم تھے کہ گویا سروں پر پہاڑ گر گیا، تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لائے اور فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ میرے بندوں کو میری رحمت سے کیوں مایوس کرتے ہیں، میرے بندوں کو سنا دیجئے کہ میں بہت ہی بخشنے والا مہربان ہوں اور بیشک میرا عذاب بھی بڑا دردناک ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

بندوں پر اللہ کی مہربانیاں

رسول اللہ ﷺ سے ایک روایت میں ہے کہ "واللّٰهُ اَرْحَمُ لِعِبَادِهٖ مِنَ الْوَالِدَةِ لِوَلَدِهَا" خدا کی قسم خدا اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنا ماں اپنے بچے پر مہربان ہوتی ہے۔

حضرت ذوالنونؒ مصری کے ساتھیوں میں سے ایک شخص ادھر اُدھر سرگرداں ہو کر صدا لگا رہا تھا کہ آہ میرا دل کہاں کھو گیا؟ ایک دن ایک گلی سے گزرا تو دیکھا ایک بچہ رو رہا ہے اور اس کی ماں اسے مار پیٹ رہی ہے پھر اس نے بچے کو گھر سے نکال کر دروازہ اندر سے بند کرلیا، بچہ دائیں بائیں دیکھنے لگا، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کدھر

جائے، تب وہ اپنے ہی دروازے پر رو رو کر کہنے لگا ہائے اماں تو نے بند کر لیا تو کون میرے لئے دروازہ کھولے گا تم ہی بھگا دوگی تو پھر کون بلائے گا، تم ہی ناراض رہو گی تو میں کس کے پاس جاؤں گا۔ ماں نے یہ آہ وزاری سنی تو اس کا دل پسیج گیا، دروازے کی دراز سے دیکھا کہ بچہ مٹی میں لوٹ رہا تھا، اور آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے، اس نے دروازہ کھول کر بچے کو اپنی گود میں اٹھالیا اور اسے چومتے ہوئے کہنے لگی میرے پیارے بیٹے تم نے مجھ سے ایسا کرایا۔ اگر تم میری بات مانتے تو تکلیف نہ اٹھاتے، تب بچے کو تسکین مل گئی۔

حضرت ذوالنونؒ کا ساتھی یہ دیکھ کر چیخ اٹھا کہ میرے دل کی دوا مل گئی۔

اسی طرح ہم کو بھی اللہ کے دربار سے چمٹ جانا چاہئے اور جب تک گناہوں کو رو رو کر معاف نہ کرالیں اس وقت ہم کو چین اور سکون نہیں آنا چاہئے اور ایک مومن کی شان یہی ہے کہ وہ گناہ کر کے مطمئن ہو کر نہ بیٹھے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی بندہ گنہگار اپنی خطا کا اقرار کر کے خداوند کریم سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرماتے ہیں۔ **یَا مَلاَئِکَتِی قَدْ اسْتَحْیَیْتُ مِنْ عَبْدِیْ وَ لَیْسَ لَهٗ غَیْرِی** اے میرے فرشتو! مجھے حیا آتی ہے اپنے بندے سے کیا میں اس کی خطا بخش نہ دوں کیونکہ اس کے لئے سوائے میرے در کے کوئی در ایسا نہیں کہ اس پر جا کر سوال کرے اور اپنی حاجت پوری کرلے۔

ایک گنہگار عورت کا واقعہ

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی اے ابوہریرہ! مجھ سے ایک بڑا گناہ ہو گیا ہے، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ میں نے

اس سے پوچھا کہ تجھ سے کونسا گناہ ہو گیا ہے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ مجھ سے زنا ہو گیا ہے اور زنا سے پیدا ہونے والے بچے کو بھی میں نے قتل کر دیا ہے، میں نے اس عورت سے کہا کہ تو نے بچہ کو بھی ہلاک کیا اور خود بھی ہلاک ہو گئی، اللہ کی قسم تیری کوئی توبہ قبول نہیں، اس عورت نے یہ سن کر زور سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی، جب اس کو ہوش آیا تو اٹھ کر چل دی، بعد میں مجھے خیال آیا کہ میں خود ہی فتویٰ دینے لگا حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہم میں موجود ہے۔

چنانچہ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گزشتہ رات کا قصہ بیان کیا کہ ایک عورت نے مجھ سے یہ مسئلہ پوچھا اور میں نے اس کو یہ جواب دیا، آپ ﷺ نے یہ سن کر فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ، اے ابوہریرہ! اللہ کی قسم تو خود بھی ہلاک ہوا اور تو نے اس عورت کو بھی ہلاک کر دیا تجھے اس آیت کا علم نہیں؟

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللَّهِ إِلَهاً آخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ وَمَنْ یَفْعَلْ ذَٰلِکَ یَلْقَ أَثَاماً. یُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهِ مُهَاناً. إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً فَأُوْلَئِکَ یُبَدِّلُ اللَّهُ سَیِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَکَانَ اللَّهُ غَفُوْراً رَّحِیْماً. (سورۃ الفرقان)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس سے اٹھ کر واپس ہوا اور پریشانی کے عالم میں مدینہ طیبہ کی گلیوں، بازاروں میں یہ آواز لگاتا ہوا دوڑ رہا تھا کہ کوئی شخص ہے جو مجھے اس عورت کا پتہ بتائے جس نے گزشتہ رات مجھ سے مسئلہ پوچھا تھا، ادھر بچے میری یہ حالت دیکھ کر کہہ رہے تھے کہ ابوہریرہؓ دیوانہ ہو گیا، میری اسی پریشانی کی حالت میں وہ عورت نظر آئی، میں نے اس سے اپنی اور حضور ﷺ کی گفتگو بیان کر دی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ

ارشاد سنا دیا کہ اس کی توبہ قبول ہے، اس عورت کی بے ساختہ مارے خوشی کے چیخ نکل گئی اور فوراً بولی میں اپنے گناہ کی بخشش کی خوشی میں اپنا باغ مساکین کے لئے صدقہ کرتی ہوں۔ (تنبیہ الغافلین)

ہر چیز سے بڑھ کر اللہ سے محبت کریں

جب اللہ تعالیٰ رحیم وکریم اور شفیق ہیں اور اپنے بندوں کا بہت ہی زیادہ خیال کرنیوالے اور ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم بھی ہر شئے سے بڑھ کر اللہ سے محبت کریں لوگ عشق مجازی میں تو اپنی جانیں گنواں دیتے ہیں، اور ہمارا حال یہ ہے کہ اللہ اللہ کہنے کے لئے اپنی زبان بھی نہیں ہلا سکتے۔ شیریں وفرہاد کا نام آپ نے سنا ہوگا، شیریں شاہ ایران پرویز کی بیوی یعنی ملکہ تھی اور فرہاد اس کا عاشق تھا پرویز کو پتہ چلا تو اس نے فرہاد سے کہا کہ شیریں تو تجھے مل سکتی ہے لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ پہاڑ کھود کر ملکہ کے قصر تک ایک دودھ کی نہر جاری کر دے، فرہاد چوں کہ شیریں کا عاشق صادق تھا اس لئے اس ناممکن کام کو انجام دینے کے لئے بیڑا اٹھالیا اور شروع کر دیا، بعض کہتے ہیں نہر کھود کر دودھ جاری کر دیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ صرف نہر ہی کھود کر تیار کی تھی، پرویز نے اس سے کہہ دیا کہ شیریں تو مرگئی اتنا سنتے ہی اس کی روح نکل گئی کہ جب میری معشوقہ ہی دنیا میں نہ رہی تو میں ہی اکیلے رہ کر کیا کروں گا۔

لیلیٰ کی قبر سے محبت کی خوشبو

مجنوں کو اپنی لیلیٰ سے وہ عشق تھا کہ جب لیلیٰ کا انتقال ہوگیا تو لوگوں نے چپکے سے اسے لے جا کر دفن کر دیا کہ کہیں مجنوں کو پتہ چل گیا تو دفن بھی نہیں کرنے دے

گا، مجنوں اتفاق سے کہیں گیا ہوا تھا، سفر سے آنے کے بعد معلوم ہوا کہ میری لیلیٰ کا انتقال ہوگیا ہے اور اس کو دفن کر دیا گیا تو اس نے ہر قبر کی مٹی سونگھنی شروع کر دی اور جب اس کی لیلیٰ کی قبر آئی تو مٹی سونگھ کر بتا دیا کہ اس جگہ میری لیلیٰ مدفون ہے، دوستو! عشق مجازی کا یہ حال ہے کہ معشوق کی قبر کی مٹی سونگھ کر بتا دے تو اللہ کے ساتھ کس طرح کا عشق ہونا چاہئے جبکہ اللہ کی ذات ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والی ذات ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی عشق حقیقی کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

قرآن کریم کی سات پیش گوئیاں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدَہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُوْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مَحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. اِنَّا نحنُ نَزَّلناَ الذِکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحافِظُوْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

وہ زمانہ میں معزز تھے مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

معزز حاضرین مجلس، علماء عظام اور طلباء عزیز! اللہ تبارک وتعالیٰ کا کتنا بڑا کرم اور احسان ہے کہ اس نے ہم کو ایسا مذہب یعنی اسلام عطا کیا جس کے متعلق خود

فرمادیا، اَلْیَوْمُ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الاِسْلامَ دِیْناً. آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا، ایک خصوصیت جو صرف مذہب اسلام کو حاصل ہے وہ کسی اور مذہب کو نہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس مذہب کی حفاظت اور نگہداشت کی مسئولیت اور ذمہ داری بھی خود لے لی ہے۔ اِنَّا نَحنُ نَزَّلناَ الذِکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحافِظُوْنَ. کسی اور دین ومذہب کے متعلق حفاظت خداوندی کا یہ وعدہ نہیں ہوا تھا۔

إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاۃَ فِیْھَا ھُدًی وَنُوْرٌ یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ أَسْلَمُواْ لِلَّذِیْنَ ھَادُواْ وَالرَّبَّانِیُّوْنَ وَالأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُواْ مِن کِتَابِ اللّٰہِ وَکَانُواْ عَلَیْہِ شُھَدَاء ہم نے ان میں (المائدہ:۴۴) میں تورات نازل فرمائی اس میں ہدایت اور روشنی ہے جس سے فیصلہ کرتے تھے، اللہ کے فرماں بردار انبیاء یہودیوں کے لئے اور درویش اور علماء اس وجہ سے کہ وہی لوگ اللہ کی کتاب کے نگہداشت اور محافظ ٹھہرائے گئے اور وہی اس پر گواہ تھے اس لئے قرآن کریم سے پہلے جتنی بھی کتابیں آسمان سے نازل ہوئیں وہ کتابیں اس وقت تک محفوظ رہیں، جب تک کہ ان کے ماننے والوں نے ان کی حفاظت کی یا جب تک اللہ تعالیٰ کو ان کتابوں کو محفوظ رکھنا منظور تھا، اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو قوم اللہ کی کتاب کو محفوظ نہیں کرسکی وہ اپنے نبی کے قول کو کس حد تک محفوظ کرسکتی ہے، لیکن مذہب اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر تم دیگر کتب سماویہ کی کوئی بات سنو تو نہ اسکی تصدیق کرو نہ تکذیب، کیونکہ ہوسکتا ہے تم ایک بات کی تصدیق کرو اور وہ اللہ کا کلام نہ ہو یا ایک بات کی تکذیب کرو حالانکہ وہ اللہ کا کلام ہے۔ اس لئے سکوت اختیار کرو البتہ اللہ کی

جتنی کتابیں نازل ہوئی ہیں مسلمان سب کے برحق اور سچے ہونے پر ایمان لاتا ہے اور اور آج ہمارے سامنے خدا کی سچی کتاب صرف اور صرف قرآن کریم ہی ہے جس میں کسی طرح کی کمی بیشی کی گنجائش نہیں اور جس کی پیش گوئی کر دی وہ دن کے اجالے کی طرح ظاہر اور پوری ہو کر رہی اور قرآن مجید کی عظمت کا کیا کہنا یہ تو ایک ایسی لازوال اور بے مثال دولت ہے۔

مسلمانو! تھوڑا غور کرنے کی ضرورت ہے، اور تھوڑا سا ذوق وشوق۔ تو پھر یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ یہ کتاب مجید کتنی عظمتوں اور کیسی رفعتوں کی حامل ہے۔ خود قرآن مجید میں سات پیشین گوئیاں موجود ہیں، جو چودہ سو سال گذرنے کے بعد بھی چیلنج بنی ہوئی ہیں، اور حرف بہ حرف صادق آرہی ہیں، ان سات پیش گوئیوں کو مختصر تشریح کے ساتھ عرض کرتا ہوں۔

پہلی پیشین گوئی

یہ کہ دنیا میں کوئی بھی قرآن کریم کی نظیر نہیں پیش کر سکے گا، سورہ بنی اسرائیل میں اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ اے رسول ﷺ! سب سے کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کی مدد ومعاونت بھی کریں اور پھر وہ قرآن جیسی کوئی کتاب بنانا چاہیں تو وہ ہرگز ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے۔

اہل عرب فصاحت و بلاغت پر معمور ہونے کے باوجود اس آیت کا جواب پیش نہ کر سکے پھر اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ دس سورتیں بنا کر پیش کرو، کم سے کم ایک سورۃ لکھ کر پیش کرو، موجودہ زمانہ میں ملک شام، بیروت، دمشق ومصر وغیرہ میں لاکھوں یہودی موجود ہیں، جن کی مادری زبان عربی ہے، وہ بھی آج تک اس قرآنی دعویٰ کے مقابلے میں کھڑے نہ ہو سکے۔

دوسری پیشین گوئی

اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں کہ بیشک، ہم نے قرآن مجید کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یعنی قرآن پاک ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ دنیا میں بے حساب کتابیں ہیں آسمانی بھی اور غیر آسمانی بھی، جو آسمانی کتابیں ہیں توراۃ، زبور، انجیل و دیگر صحیفے اپنی اصلی شکل میں محفوظ نہیں ہیں، اس لئے کہ حفاظت الٰہی کا وعدہ کسی کتاب کے لئے نہیں ہے، حفاظت الٰہی کا اعلان صرف قرآن مجید کے لئے ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پوری دنیا میں پڑھی جانے والی کتاب میں تبدیلی ہو جانا ناممکن نہیں تھا۔

اللہ پاک نے حفاظت کا ایسا نظام قائم فرمایا کہ کروڑوں حفاظ بنا دیئے کروڑوں نسخے چھپے چھپائے موجود ہیں، اور سب سے بڑی بات قرآن پاک کو پڑھنے پڑھانے کا جو سلسلہ پوری دنیا میں قائم ہے، اس کی مثال دوسری کتاب کے لئے نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔

تیسری پیشین گوئی

اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ قرآن کا جمع کرنا اور قرأت درست رکھنا بھی ہمارے ذمہ ہے، اے رسول ﷺ! جس قرأت سے قرآن پڑھا جائے آپ اس پر کاربند رہیں۔

قرآن مجید کی جمع ترتیب، نیز اس کا انداز تحریر اور پڑھنے کا طریقہ مکمل من جانب اللہ نبی کریم ﷺ کو بتایا گیا اور رسول کریم ﷺ نے پوری امت کو پڑھایا، اس میں کوئی تبدیلی کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

خود اللہ جل شانہ نے قرآن مجید کی ترتیب و تدوین فرمائی ہے، یہی سبب ہے کہ بعد میں کسی ایک آیت کی بھی تقدیم و تاخیر نہیں ہوئی، مشرق سے لے کر مغرب

تک تمام دنیا ایک ہی ترتیب کیساتھ قرآن مجید کی قرأت کررہی ہے۔اس قرآنی پیشین گوئی سے معلوم ہوا کہ جمع وترتیب کی جوصورت اب موجود ہے،وہ ٹھیک اسی ترتیب اورقرأت کے موافق ہے،جوعلم الٰہی اورقرأت سماوی میں ہے۔

قرآن کریم کی ساری چیزیں منجانب اللہ ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس میں تقدیم وتاخیر ہو؟

چوتھی پیشین گوئی

قرآن مجید نے اپنے بارے میں یوں اعلان کیا ہے کہ یہ قرآن مجید تو وہ روشن آیتیں ہیں، جوعلم والوں کے سینے میں رہتی ہیں۔

یہ ایک عجیب تصور تھا کہ کوئی آسمانی کتاب کو یاد کرلے۔اس لئے کہ اس سے پہلے کوئی مکمل کتاب یادنہیں کی گئی تھی۔اس پیشین گوئی کو آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ ہرملک، ہرصوبہ، ہرضلع، ہرشہر میں حفاظ کرام کی کافی تعداد موجود ہے، جوایک زیروزبر کی غلطی پڑھنا اپنے لئے معصیت سمجھتے ہیں۔

آج کل تو اتنے حفاظ ہوگئے ہیں کہ ان کے لئے رمضان میں قرآن سنانے کے لئے مسجدیں نہیں مل رہی ہیں جبکہ ہندوستان جیسے کثیرآبادی والے ملک میں ایک سروے کے مطابق 22لاکھ مساجد آباد ہیں۔

پانچویں پیشین گوئی

اللہ پاک نے اپنی کتاب میں باربار یہ بات دہرائی ہے کہ ہم نے قرآن کریم تمہارے لئے آسان بنادیا، یہ آیت سورہ قمر میں چار جگہ موجود ہے، لفظ ذکر میں تلاوت، حفظ اورفہم قرآن سارے ہی مطالب داخل ہیں، کوئی پڑھنا چاہئے اس کیلئے

آسان ہے، اورحفظ کرنا یا سمجھنا چاہے، اس کیلئے آسان ہے، یہ اللہ پاک کا وعدہ ہے۔یہ ایک بہت بڑا معجزہ ہے قرآن کریم کا کہ ایک چھوٹا سا ہندوستانی بچہ جس کی مادری زبان ہندی، اردو ہے اوراپنی زبان میں ایک معمولی سا رسالہ چندصفحات کا اس کے لئے یادکرلینا انتہائی مشکل ہوتا ہے، مگرقرآن کریم ایک ضخیم کتاب ہے اس کو چندسالوں میں اسی طرح یادکرلیتا ہے کہ بڑے سے بڑے مجمع میں بلاخوف وجھجھک فرفرسناتا چلاجاتا ہے، اوربڑے سے بڑاعالم اگرزیرزبرکی بھی غلطی کرتا ہے تو یہ بچہ اس غلطی کو پکڑ لیتا ہے اورآگے نہیں بڑھنے دیتا، اس سے بڑا قرآن کریم کا اورکیا معجزہ چاہئے؟ کیا ہے دنیا میں اس کی کوئی نظیراورمثال؟ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اِنَّا نحنُ نَزَّلناَ الذِکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحافِظُونَ.

چھٹی پیشین گوئی

قرآن مجید میں ہے کہ قسم ہے کتاب کی جولکھی گئی ہے، اورپاک صاف صحیفہ جو اشاعت کیا گیا۔

اس پیشین گوئی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کی کتابت جاری رہے گی اور کتاب کی شکل میں اس کی اشاعت جاری رہے گی۔

اس آیت مبارکہ میں قرآن مجید کو کتاب بھی فرمایا گیا اورسطوربھی اورپھراس کو منشوربھی بتایا ہے، سب جانتے ہیں کہ نشر کے معنی پھیلنے پھیلانے کے ہیں، جس میں اشاعت کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ آج قرآن مجید جتنا زیادہ چھپتا اورزیورطباعت سے آراستہ کیا جاتا ہے، اتنی دنیا کی کوئی کتاب نہیں چھپتی اورجتنی خوبصورتی سے قرآن مجید کومسلمان محبت وعظمت سے طبع کراتے ہیں، دنیا کی کوئی کتاب طبع نہیں ہوتی، نیز

قرآن مجید کے جتنے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں، اتنے کسی اور کتاب کے تراجم نہ ہوئے ہیں اور نہ ہوں گے۔

یہ خود بھی معجزہ ہے جو قیامت تک چلتا رہے گا، اور مسلمان اس کو اپنے لئے سعادت سمجھ کر کرتے ہیں رہیں گے۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کے لئے سعادتِ دارین قرآن کریم سے محبت وعشق میں ہی ہے۔ جس طرح بھی ممکن ہو ایک ہی آدمی سارا کام نہیں انجام دے سکتا ہے کوئی پڑھے کوئی پڑھائے کوئی چھپوائے کوئی غریبوں اور یتیموں میں تقسیم کرے یہ سب قرآن کی خدمت ہے۔

ساتویں پیشین گوئی

ارشاد ربانی ہے کہ باطل اس کے آگے یا پیچھے سے نہ آسکے گا، یہ تو خدائے حکیم وحمید کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ کوئی باطل یا بطلان قرآن مجید کے نزول میں یا آئندہ کسی زمانہ میں قیامت تک اس کے سامنے ٹھہر نہ سکے گا۔

قدیم وجدید فلسفہ نے بہت زور مارا، مگر قرآن مجید کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور کسی ایک مضمون قرآن اور کسی ایک اصول قرآن کا بھی مقابلہ نہ کرسکا، ایسی مکمل کتاب ہے کہ اس میں کسی کو دخل کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید نے اپنے بارے میں زمانہ نزول سے ہی آیات کے ذریعہ یہ پیشین گوئی فرمادی ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب مجید کی عظمتوں کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اس کے مطالعہ کی توفیق نصیب فرمائے، اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے، اور اسے سمجھ کر پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جمع قرآن کے تین مراحل

حضرات سامعین بغور سماعت فرمائیں، قرآن کریم کس طرح محفوظ کیا گیا اور آج کتابی شکل میں موجود ہے، اختصار کے ساتھ عرض کرتا ہوں سب سے پہلے یہ بات ہمیں جان لینی چاہئے کہ قرآن کی حفاظت کا اصل دارومدار حفظ فی الصدور پر تھا جب جبرئیل امین کوئی سورت یا آیت لے کر نازل ہوتے تھے تو آپ علیہ السلام صحابہ کرام میں جو کاتبین وحی تھے ان کو بلوا کر لکھواتے تھے اس زمانے میں باریک او رچکنے پتھروں، کھجور کی شاخوں، چمڑوں اور ہڈیوں پر لکھا جاتا تھا پھر یہ آپ علیہ السلام کے گھر میں محفوظ کردیا جاتا تھا اور جس کو ضرورت ہوتی وہ لے کر جاتا اور یاد کرکے واپس کردیتا تھا۔ پھر آپ ﷺ دنیا سے پردہ فرماگئے اور قرآن اسی طرح تھا جب حضرت صدیق اکبرؓ کا دور آیا اور خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو مسلمانوں اور مرتدوں میں سخت گھمسان کی لڑائی ہوئی اور مسیلمہ کذاب مارا گیا اور مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد شہید ہوگئی جن میں ستر حفاظ وقراء تھے تو حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو اس طرف متوجہ کیا اور قرآن کو جمع کرنے کیلئے درخواست کی تو صدیق اکبرؓ نے کہا کہ جس کام کو آپ ﷺ نے نہیں کیا اس کام کو کرنے کیلئے مجھے کیسے مشورہ دے رہے ہو۔

بہرحال بار بار کہنے سے ان کو بھی شرح صدر ہوگیا، پھر زید بن ثابتؓ کو بلایا گیا ان سے صدیق اکبرؓ نے وہی بات کہی جو عمر فاروقؓ نے خود ان سے کہی تھی تو زید بن ثابتؓ نے کہا کہ جس کام کو آپ ﷺ نے نہیں کیا اس کو کیسے آپ مجھ سے کرنے کیلئے کہہ رہے ہیں، خیر بار بار کہنے سے ان کو بھی شرح صدر ہوگیا اور قرآن کریم بڑے اہتمام سے جمع ہونے لگا، حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں تَتَبَّعْتُ

اَلْقُرْآنَ اَجْمَعُهُ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ حَتّٰى وَجَدْتُّ آخِرَ سُوْرَةِ التَّوْبَةِ مَعَ اَبِىْ خُزَيْمَةَ الْاَنْصَارِىْ لَمْ اَجِدْهَا مَعَ غَيْرِهٖ لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ. میں قرآن کو تلاش کر کے جمع کرنے لگا کھجور کی شاخوں باریک پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے یہاں تک کہ سورۃ توبہ کا آخری حصہ مجھے حضرت ابوخزیمہ الانصاریؓ کے پاس ہی ملا کسی اور کے پاس نہیں، لَقَدْ جَاءَ الخ، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے زمانہ میں جو جمع قرآن ہوا تو مسجد کے دروازے پر دو شخصوں کو کھڑا کیا گیا تھا کہ جو کوئی قرآن کی کوئی آیت یا سورت لے کر آئے اگر وہ لکھی ہوئی ہے اور اس پر دو گواہ ہوں تو اس کو صحیفہ میں شامل کیا جائے گا ورنہ نہیں ابوخزیمہ انصاریؓ کی گواہی چونکہ آپ ﷺ نے دو کے قائم مقام قرار دی تھی، اس لئے قبول کر لی گئی۔ اس طریقہ سے قرآن صحیفہ کی شکل میں آ گیا اور وہ صحیفہ حضرت عائشہؓ کے پاس تھا جب صدیق اکبرؓ کا وصال ہو گیا تو حضرت عائشہؓ نے وہ صحیفہ حضرت حفصہؓ کے حوالہ کر دیا۔ حضرت عمر فاروق کے دور میں قرآن کے تعلق سے ایسا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا جو جمع قرآن کی طرف منعطف کرنے کا سبب بنے لیکن جب خلیفہ ثالث حضرت عثمانِ غنیؓ کے دور میں اسلامی حدود سلطنت کا رقبہ وسیع تر ہوتا چلا گیا اور بہت سے غیر عرب حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور قرآن کی قراءتوں میں اختلاف رونما ہوا تو حضرت عثمانِ غنیؓ نے لوگوں سے مشورہ کر کے قرآن کو جمع کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جن میں زید بن ثابتؓ عبداللہ بن زبیرؓ، سعید بن العاصؓ، عبدالرحمٰن بن حارث بن حشامؓ ان چار افراد نے بڑے ہی اہتمام کے ساتھ قرآن کریم کو جمع فرمایا پھر چند نسخے لکھ کر اسلامی ممالک کے صدر مقام پر بھیج دیئے اور یہ فرمایا کہ الگ الگ طور پر جن لوگوں نے قرآن لکھا

ہے ان سب کو جلا دو چنانچہ سارے مصاحف جو مصاحف عثمانی کے علاوہ تھے وہ سب جلا دیئے اور آج جو ہم قرآن کریم پڑھتے ہیں یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا جمع کردہ ہے، اور مکمل حضور اکرم ﷺ کے طریقے پر ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن سے شغف عطا فرمائے، اور اس کی عظمت ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے اور قرآن فہمی کا سلیقہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

سود کا انجام دنیا و آخرت میں تباہی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ وَاللّٰہُ لاَ یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْم. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

تجھے آبا سے اپنے کئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارا

بزرگانِ محترم ،نوجوانانِ اسلام! اللہ تعالیٰ نے انسان کے مزاج میں طمع اور حرص رکھ دی ہے حرص کے معنی ہیں لالچ اور ایسا لالچ کہ جس میں کمی نہ آئے بار بار ملتا رہے اور طمع اس کو کہتے ہیں کہ مل جائے چاہے وہ حلال ہو یا حرام ہو بس آدمی کی جیبیں بھری رہیں اور وہ اس سے کام چلاتا رہے اور کوئی کمی نہ آئے اس کو طمع اور لالچ کہتے ہیں جب یہ انسان کے دل میں جڑ پکڑ لیتا ہے تب انسان حلال وحرام کی تمیز کو

کھو بیٹھتا ہے، وَلاَ یَحُضُّ عَلیٰ طَعَامِ الْمِسْکِیْن. اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو بیان فرمایا کہ مکۃ المکرّمہ میں جو سردار تھے بڑے لوگ تھے ان میں طمع اور لالچ آ گئی تھی وہ جہاں بھی دیکھتے کہ مال مفت ہے وہ اس کو ہڑپ لیتے اور سودی کاروبار اتنا چلاتے کہ سود در سود در سود ہوتے ہوتے کئی گنا ہو جاتا تھا ، اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت فرمائی ہے کہ تم انسان ہو انسانوں پر رحم کرو۔

آج پوری دنیا میں سودی کاروبار چل رہا ہے اللہ تعالیٰ مغرب والوں کو ہدایت اور توفیق عطا فرمائے کہ انہوں نے ساری دنیا کو سود میں ملوث کر دیا اور ایک ایسا نقشہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا کہ سود کا کاروبار ایک فی صد سے لے کر آج سو فیصد تک چل رہا ہے، سو فی صد تک اس لئے کہ پچیس ہزار روپئے کسی نے لئے تو پچیس ہزار روپئے اس پر دینے پڑ رہے ہیں۔ تو سو فیصد تو ہو گیا آپ بڑے بڑے شاپنگ سینٹروں اور بڑی بڑی منڈیوں میں جایئے وہاں جتنا بڑا بیوپاری ہو گا اتنا ہی بڑا سود خور ہو گا، سود دینے والا ہو گا یا سود لینے والا ، وہاں گھنٹوں کے حساب سے سود چلتا ہے، مہینوں کے حساب سے وہاں سود چلتا ہے، ایک لاکھ روپئے لئے تو ایک گھنٹے کے بعد ایک لاکھ دس ہزار روپئے دینے ہیں، چاہے پانچ منٹ بعد ہی واپس کریں۔

سود ایک قبیح لعنت ہے

سود ایک ایسی لعنت ہے جو آج کی انسانیت کے ضمیر پر چھا گئی ہے جس نے انسانیت کو اور اس کے ضمیر کو مردہ کر دیا آج ہزاروں گھر اس سے اجڑ رہے ہیں آج فیملیاں اس سے تباہ ہو رہی ہیں عورتوں کی عصمتیں اس سے لوٹی جا رہی ہیں اور مردوں کو پتہ ہی نہیں کہ عورتیں کیا کر رہی ہیں۔ معاف کرنا میں کسی کا نام لے کر نہیں کہہ رہا ہوں اللہ جانتا ہے۔ لیکن حق بات کہنے میں کوئی برائی نہیں قرآن اعلان کر رہا ہے۔

يَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِي الصَّدَقَاتِ. اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں۔حضور محمد رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ میں سود کو مٹانے کیلئے آیا ہوں اور سب سے پہلے میں سود حضرت عباس ابن عبدالمطلب کا معاف کرتا ہوں، نفع اور نقصان کی بنیاد پر کاروبار کیا جائے اس کو مشارکت کہتے ہیں۔مشارکت پر آپ کاروبار کریں دس روپئے آپ لگائیں دس روپئے دوسرے نے لگائے بیس روپئے بنے اس سے ایک کاروبار کیا اس میں دو روپئے نفع ہوا تو ایک روپیہ نفع آپ کا اور ایک روپیہ دوسرے کا اور اگر دو روپئے گھٹ گئے تو نو آپ کے نو دوسرے کے یعنی نفع اور نقصان دونوں میں شریک رہے، اس کو اسلام نے درست قرار دیا ہے فرمایا: **وَيُرۡبِي الصَّدَقَاتِ** اور اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی سود لیتا یا دیتا ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کر رہا ہے، گویا نعوذ باللہ خدا کی برابری کرتا ہے، اور خدا کی برابری کرنے والا ہلاک و برباد ہوگا آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ بڑے بڑے ممالک جو سودی کاروبار چلا رہے تھے ایک دم ٹھپ ہو گئے، ہزاروں کمپنیاں ہزاروں بینک اور ہزاروں قسم کے فیانشیل ڈپازٹ رکھنے والی کمپنیاں، ادارے بالکل ٹھپ ہو چکے ہیں دنیا میں لوگ امریکہ کا نام گاتے ہیں۔ وہاں چالیس ہزار آدمیوں کو ایک ساتھ نوکریوں سے نکالا گیا ہے محض اس لئے کہ ملک کے پاس پیسہ نہیں، ایک ہزار ایسی بلڈنگیں خالی کرالی گئیں جو امریکی حکومت نے کرایہ پر لی تھیں بڑے بڑے ٹاور تھے جن میں بڑے بڑے آفس تھے جہاں حکومت کے کاروبار چلتے تھے ان میں سے اکثر بلڈنگیں یہودیوں کی تھیں۔امریکی حکومت نے کہا کہ ہمارے پاس پیسہ نہیں ہے کرایہ ادا کرنے کیلئے، اس لئے ہم ساری بلڈنگوں کو خالی کر رہے ہیں اور ملازمین کو ہدایت دی کہ اپنے گھروں میں لیپ ٹاپ رکھو اور اس سے کام کرو، آج سودی نظام تہہ و بالا ہو رہا

ہے اور دیکھئے انسان کو اپنی فطرت پر آنا پڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے جو فطرت دی ہے جو اس کا مزاج بنایا ہے اس پر اس کو ضرور واپس آنا ہے۔

غیر سودی نظام

غیر سودی اور اسلامی نظام بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان عورت کو کھڑا کیا ملیشیاء کی ایک عورت فاطمہ ہے اس نے غیر سودی سسٹم بنا کر ساری دنیا کو انٹرنیٹ پر دکھایا، تو دیکھتے ہی دیکھتے سو بینک اس وقت بغیر سودی کاروبار کے چل رہے ہیں، اب سعودی حکومت نے بھی اپنے یہاں ایسے بینک قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے جو غیر سودی ہوں، یہ امریکن بینک جتنے بھی ہیں چاہے کو آپریٹیو بینک ہوں چاہے اسٹیٹ بینک ہوں، یا کوئی اور بینک ہو یہ سارے کے سارے مغربی طرز عمل پر چلنے والے ہیں، اسلامی طرز عمل پر چلنے والا اس میں کوئی بینک نہیں ہے اس لئے ان میں خسارہ ہے، فاطمہ نے ثابت کیا کہ اسلامی سسٹم کو اگر اپنے یہاں لاگو کریں تو اس میں کبھی گھاٹا نہیں ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں اسلامی بینک

ترقی یافتہ ممالک نے اپنے یہاں بڑے بڑے شہروں میں کئی بینک اسلامی قائم کر دیئے ہیں آپ دیکھئے جو اسلام کے دشمن ہیں وہ غیر سودی بینک قائم کر رہے ہیں اور اسلام کے ماننے والوں کے گھروں میں سود کا پیسہ چل رہا ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سود خور لوگ جب اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کی پیٹھ سیدھی نہیں ہوگی۔ کیڑوں کی طرح چلیں گے، اور ان کی زبان لڑکھڑائے گی اور ان کے قدم ڈگمگائیں گے اور ان کا دماغ دیوانوں کی طرح ہوگا۔ یہاں بھی بربادی اور

وہاں بھی بربادی، سود لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی، دوستو! ایک بات یاد رکھئے ہمارے یہاں جو سنگھا اور کمیٹیاں چل رہی ہیں الحاج اسلم پاشا صاحب نے مجھ سے کہا کہ اس کے متعلق آپ کچھ بات کہیں؟ افسوس ہمارے محلے اور شہر کی مسلم عورتیں اس لعنت میں گرفتار ہیں، شوہر تو پیسے اس لئے دیتا ہے کہ گھر چلاؤ اور بیوی ڈالتی ہے جا کر اور لاٹری کہ آگے چل کر دو سو تین سو چار سو ہو جائیں گے، پھر ہزار دس ہزار بیس ہزار ہوں گے پھر بچی کی شادی میں کام آئیں گے، گھر بنانے کے کام میں آئیں گے سائٹ خریدنے کے کام آئیں گے وہاں تو کچھ ہوتا ہی نہیں بس خیالی پلاؤ ہے اور لاٹری والا لے کر فرار ہو جاتا ہے ایسے ہزاروں قصے ہیں، نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم، نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے، سود کا ایک پیسہ اگر کسی نے کھا لیا، سود ایک روپیہ ایک پیسہ اگر کسی نے پہن لیا تو نہ اس کی نماز قبول ہے نہ روزہ قبول، نہ دعائیں قبول ہیں۔

آج چھوٹی سی تقریب ہوتی ہے تو فوراً زیور گروی رکھا جاتا ہے مال گروی رکھا جاتا ہے، کسی کے پاس زمین کے پیپرس گروی رکھے جاتے ہیں، تانبے پیتل کے برتن گروی رکھے جاتے ہیں اور وہاں سے پیسے لا کر اس رسم کو انجام دیا جاتا ہے جو سراسر حرام ہے۔ اس کا کھانا حرام اس کا پینا حرام اس کا لینا اور دینا حرام۔

حضور ﷺ نے تو یہاں تک فرمایا کہ اگر کسی آدمی نے سودی کاروبار والے کا پتہ بتا دیا تو وہ بھی سود والوں میں شامل ہے، آج بنگلور میں جو مختلف طرح کی سنگھائیں چل رہی ہیں یہ سنگھا دین کو تباہ کرنے والی اور مسلمانوں ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والی ہیں، پہلے تو عورتوں کو جمع کر کے باقاعدہ منتر پڑھایا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے میں بھگوان کو اپنا ایشور اور اپنا خدا مانتی ہوں اور میں بھگوان کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرا ایمان ان باتوں پر ہے وغیرہ وغیرہ، جو ہندو مذہب کے مطابق ہے

جب کسی عورت نے قسم کھا کر یہ بات کہہ دی اس کا ایمان ہی کہاں رہا؟ سب سے پہلے تو ایمان چھین لیا اس کے بعد دس ہزار روپئے دے دیئے کہ اگر تم نے یہ ادا کر دیئے تو پچیس ہزار روپئے اور دیں گے، **لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ**۔ مسلمان کا ایمان اتنا کمزور ہو گیا کہ آج بیس پچیس ہزار روپئے میں نیلام ہو رہا ہے۔ اور وہ بھی ایک دو تین چار لوگوں میں نہیں بیس بیس تیس تیس چالیس چالیس عورتوں کا ایمان ہڑپ کیا جا رہا ہے اور اہلیان بنگلور کی عقلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں مردوں کو اس کا کوئی شعور نہیں آخر کب تک اس طرح چلے گا؟

سودی لوگوں کو عذاب

حضور اکرم ﷺ نے معراج کی رات میں دیکھا کچھ لوگ ہیں جن کے پیٹ بڑے بڑے پہاڑ کے مانند ہیں اور ان پر سانپ اور بچھوں لپٹے ہوئے ہیں اور وہ ان کو ڈس رہے ہیں تو آپ ﷺ نے پوچھا، اے جبرئیل یہ کون ہیں، جبرئیلؑ نے فرمایا کہ یا نبی اللہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں سود کھاتے تھے، سود والوں کی مدد کرتے تھے الامان والحفیظ، آج سود چاہے جتنا لینا پڑے لیکن ہماری ناک بالکل نیچی نہ ہو، قسم خدا کی اس ناک کی کوئی حیثیت نہیں۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت آج آپ کا چہرہ اترا ہوا ہے آپ اتنے غمزدہ ہیں فرمایا کہ چہرہ اترا ہوا ہے ارے دنیا میں چہرہ اترا ہوا دیکھ رہے ہو چہرہ اترا ہوا تو جب دیکھنا جب میں مر جاؤں گا اور مجھے قبر میں دفنا دیا جائے گا اور میرا گوشت پوست گل جائے گا اور میری ناک سے کیڑے نکلتے ہوئے ہوں گے اور میری ہڈیاں اور پسلیاں الگ ہو جائیں گی اور میرے پیٹ کے اندر سے قسم ہا قسم کے کیڑے مکوڑے نکلیں گے، اس دن دیکھنا کہ چہرہ اترا ہوا ہے کہ نہیں، آج ہم چھوٹی

سی بات کو برداشت نہیں کرتے تو قیامت کے دن کیسے برداشت کریں گے؟ موت کے آتے ہی قسم خدا کی ان ساری چیزوں کا پتہ لگ جائے گا۔آج ہم اللہ اوراس کے رسول پر ایمان رکھنے سود لینے اور دینے والوں کا ساتھ دیں ۔ اس سے بڑی بلا اورمصیبت کیا ہوسکتی ہے؟

ایک سودخور کاانجام

دیوبند میں ایک سودخور تھا،اس کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ نے ایک سانپ پیدا کردیا تھا جب بھی اسکین اورایکسرے لیتے تو صاف نظرآتا کہ اس کے پیٹ میں ایک سانپ ہے، دنیاہی میں اللہ تعالیٰ نے اس کے پیٹ میں سانپ پیدا کردیا، یاد رکھواللہ تعالیٰ نے حلال میں برکت رکھی ہےاورحرام میں مصیبتیں رکھی ہیں۔

یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا اللہ تعالیٰ سودکومٹاتے ہیں وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ اور صدقات کو بڑھاتے ہیں آدمی یہ سوچتا ہے کہ میں سود پر لے کر ایسا کرلوں گا ، ویسا کرلوں گا ، یہاں تک حالات بنتے ہیں کہ سود پر لینے والا آدمی سودتو اتارتا نہیں لیکن خوداتر جاتا ہے دنیا کے اندر ہزاروں مثالیں ہیں، آپ دیکھئے اب سے تین مہینے پہلے انقلاب آیا اورسارے بینک ٹھپ ہوگئے تو دبئ اوردیگر بڑے ملکوں میں جہاں لاکھوں کاریں بینک سود پر دینے کا قانون ہے،معلوم ہوا کہ چھ لاکھ کاریں ایسی ہیں جنہیں لوگ چھوڑ کر بھاگ گئے،سودی نظام خراب ہوا تو ہمارے بنگلور سے ایک لاکھ فیملی تین مہینے کے اندر چلی گئی ہیں، جن میں امریکن، برطانیہ،رشیا، جرمن، جاپان کے لوگ بھی شامل ہیں،سودی نظام ٹھپ ہوگیا، عالمی سطح پر دیکھئے سودایک ایسی لعنت ہے جوانسان کو ہمیشہ تباہی کے راستے پر لاتی ہے۔

سود کیا ہے؟

اللہ کے رسول ﷺ سے سوال کیا گیا سود کیا ہے؟ تو حضور ﷺ نے اس کی بڑی اچھی تشریح فرمائی،فرمایا کہ سود وہ ہے کہ آدمی مفت خوری کا عادی ہوجائے،فری کھانے کا عادی ہوجائے، بس فری کا متلاشی رہے، رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی لعنت ہوسودخور پراللہ کے رسول کی لعنت اللہ کے فرشتوں کی لعنت اورآسمان وزمین میں جتنے فرشتے ہیں ان سب کی لعنت سمندر کی مچھلیوں کی لعنت،اورسمندر میں جتنے جانور ہیں ان سب کی لعنت، ہرقسم کی مخلوق کی لعنت ہے سودخور پر،الامان والحفیظ۔

حضور ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اگرتم نے گھر میں کوئی سالن پکوایا ہے لیکن توقع کے خلاف کوئی نئی چیز سامنے آگئی تو پوچھئے یہ کہاں سے آئی ؟ تو بیوی بتائے گی کہ آپ نے جو پیسے دیئے تھے اس سے یا فلاں جگہ سے آئی ہے، اگر وہ متقی اور جائز کمانے والوں کے گھر سے آئی تو کھایئے ورنہ نہیں، ہمارے اکابر اور اولیاء جو گزرے ہیں انہوں نے احتیاط کی ہے،رابعہ بصریہ کے یہاں مہمان آئے کہنے لگی کہ ایک پیاز مل جاتا تو سالن میں ڈال دیتی اس کا ذائقہ اچھا ہوجاتا،ابھی یہ بات کہہ ہی رہی تھیں ایک کوّا اپنی چونچ میں پیاز لے کرآیا اورڈال کراڑ گیا،رابعہ بصریہ کی خادمہ نے کہا کہ دیکھوامی جان پیاز آگئی،اللہ نے بھیج دیا کوا ڈال کر چلا گیا، ہاتھ میں لے کرفرمایا بے شک پیاز تو بہت اچھی ہے لیکن کوالایا ہے،معلوم نہیں کہ یہ حلال ہے کہ حرام اس کو کہتے ہیں خوف خداوندی، آج اگرراستے میں پڑی چیز مل جائے تو کہیں گے کہ اللہ نے دی ہے، حالانکہ مال کسی کو مل جائے تو اس کا حکم ہے کہ چھ مہینے تک اعلان کرے کہ کچھ مال ملے تھے جس کے ہیں وہ آ کر لے لے،ایک شخص کعبۃ اللہ کا طواف کررہا تھا اس کے دس روپئے گر گئے تو دوسرا آدمی کہنے لگا کہ تمہارے دس

روپئے گر گئے یہ لو دس روپئے پیچھے سے پولیس والا آیا اور کہا کہ تمہارے یہ پیسے نہیں ہیں تو کیا ضرورت ہے اٹھانے کی چلتے رہو جو چیز تمہاری نہیں ہے وہ تم کیوں اٹھا رہے ہو۔سبحان اللہ کیسی حق بات ہے!

رابعہ بصریؒ کا واقعہ

ہمارے ہندوستان کے لوگوں کی عادت بڑی خراب ہے کوئی چیز مل جائے تو کہتے ہیں پائی ہے۔اللہ میاں نے دی ہے اور رابعہ بصری کے یہاں کوے نے پیاز ڈال دی تو کہنے لگیں واقعی پیاز تو بہت اچھی ہے لیکن پتہ نہیں کوا کہاں سے اٹھا کر لایا ہے،حلال ہے یا حرام ہم بغیر پیاز کے سالن کھالیں گے،لیکن ہمارے پیٹ میں حرام پہونچے یہ گوارہ نہیں سب اہل خانہ کو نصیحت اور تنبیہ کرنی چاہئے کہ حلال کو ہر حال میں اختیار کریں،حرام اور مشتبہ سے بچیں ورنہ ان سب کا وبال ہمارے اوپر ہے اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمادیا سود لینے والا ایسا ہے جیسے نعوذ باللہ! اللہ نے جنگ کا اعلان کر رہا ہو اور اللہ تعالیٰ سے جنگ کا اعلان کرنیوالا کبھی محفوظ رہ سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔وہ تو تباہ وبرباد ہوجائے گا۔اس لئے دوستو! ہر آدمی کا فرض ہے کہ وہ اپنی گھر والی سے اپنی بہن سے اپنی بیٹی سے پوچھے کہ تم نے سود پر کتنا پیسہ لیا ہے اللہ کے واسطے واپس کرو یہ دوزخ کے انگارے ہیں یہ دوزخ کے سانپ اور بچھوں ہیں۔اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت ہے یہ انسان کی کامیابی کا راز نہیں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے اور سودی لین دین سے ہماری حفاظت فرمائے۔آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

مردوں کی کوتاہی سے عورتوں میں سود کا رواج

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالانْسَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ. وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ، وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

بزرگانِ محترم،نوجوانانِ اسلام اور عزیز طلبہ! گذشتہ جمعہ کچھ باتیں خاص طور پر سود کے متعلق عرض کی گئی تھیں اور آج بھی اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے،آج کی

گفتگو کا ماحصل جو میں آپ سے عرض کرنے والا ہوں اس سے میری مراد عورتوں سے ہے اس لئے کہ ہر مرد کے پیچھے کسی نہ کسی عورت کا ہاتھ ہوتا ہے، جس میں کامیابی اور ناکامی مضمر ہوتی ہے۔ آپ تاریخ کو اٹھا کر دیکھئے یونان جو دنیا کے سب سے سپر پاور اور سب سے زیادہ علم اور سب سے زیادہ عقلمند اور ہنر مند لوگ تھے اور دنیا میں انہوں نے اتنی ترقی کی تھی کہ مادی اعتبار سے آدمی زمین سے آسمان تک دیکھ سکتا تھا لیکن نافرمانیاں بھی حد سے زیادہ تھیں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا تم یونان جاؤ اور وہاں کے گھٹیا سے گھٹیا آدمی کا امتحان لو کہ کتنے عقلمند ہیں، حضرت جبرئیلؑ آئے اور ایک چرواہے سے سوال کیا کہ بتاؤ فی الوقت جبرئیل کہاں ہے؟ یہ سوال کسی دانشور یا کسی عالم سے ہونا چاہئے، لیکن ایک چرواہے سے سوال کیا جارہا ہے کہ بتاؤ جبرئیل کہاں ہے؟ تو اس چرواہے نے آنکھ بند کی اور حساب لگا کر کہا کہ ساری زمین دیکھ لی کہیں پر جبرئیل نہیں ہے، آسمانوں پر دیکھ لیا وہاں بھی جبرئیل نہیں، اب یا تو جبرئیل ہے یا میں ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب!

حضرت گنگوہی کا مقام

میرے دادا پیر امام ربانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے انتقال کے بعد بیگم صولت نے کہا تھا جو کلکتہ کی رہنے والی تھیں اس زمانے کی بڑی مالدار ترین عورت تھیں وہ ہجرت کر کے مکہ میں مقیم ہو گئیں تھیں، اپنے زر خاص سے ایک مدرسہ قائم کرایا تھا جس کو مدرسہ صولتیہ کہا جاتا ہے، حرم شریف کے قریب ہے، انہوں نے کہا تھا کہ ہندوستان کے لوگوں نے مولانا گنگوہیؒ کی قدر نہیں کی، (مولانا گنگوہی کون ہیں؟ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ بانی تبلیغی جماعت کے استاذ اور پیر ہیں) تو بیگم صولت نے کہا، ہندوستان کے لوگوں نے مولانا گنگوہی کی قدر نہیں کی میں نے اپنی آنکھوں

سے دس سال تک فجر کی نماز پڑھتے مسجد حرام میں دیکھا ہے یہ اس زمانے کی بات ہے جب ہوائی جہاز نہیں تھے، آج تو آپ تین گھنٹے میں پہونچ جائیں، مادی ترقی اتنی ہوگئی کہ آدمی تین چار وقت کی نماز وہاں پڑھ کر واپس آسکتا ہے اس زمانے میں سمندری جہاز کو ایک سے ڈیڑھ مہینہ لگتا تھا، اس زمانے میں مولانا گنگوہی فجر کی نماز روزانہ مکے میں پڑھتے تھے یہ ہے کمال ولایت سبحان اللہ! میں عرض کررہا تھا کہ یونان کے لوگ اتنے مضبوط تھے مادی اعتبار سے کہ ان کی نظر آسمانوں میں دیکھ سکتی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ترقی انہوں نے ضرور کی ہے لیکن یہ نافرمان ہیں اے جبرئیل یونان کو آسمان تک اٹھا کر پلٹ دو یہ زندہ رہنے کے قابل نہیں ہیں، مادی اعتبار سے انسان ترقی کرلے بڑا بن جائے لیکن اللہ کی نظر میں ایک مچھر کے برابر بھی قیمت نہیں۔

عورتوں پر بے جا بوجھ

آج مسلم گھروں میں جو خرابیاں ہیں کہنے کو تو اس کی ذمہ داری ساری عورتوں پر ہے لیکن مرد لوگ اس میں برابر کے شریک ہیں، مرد اتنے کاہل ہو گئے کہ اپنی عورتوں کو سبزی اور ترکاری لاکر بھی نہیں دے سکتے، گھر کی عورتیں بازار میں جاکر ترکاریاں خریدتی ہیں کیوں صاحب حضور ﷺ نے نہیں خریدی ترکاری، صحابہؓ نے نہیں خریدی؟ علماء نے اور بڑے بڑے عابدوں اور زاہدوں نے نہیں خریدی۔

ہم اور آپ ترکاری لانے لگیں تو ہماری بے عزتی ہوجائے گی کہ اتنا معمولی کام کررہے ہو۔ ہم نے یہ بوجھ عورتوں پر ڈال دیا، ہر بڑے شہر میں عام ہے۔ جاؤ جی میں تو کام کو جارہا ہوں تم ہی لے آنا، اب عورت نے قدم باہر نکالا، اس میں عورت کی خطا نہیں ہے، اس گناہ میں مرد بھی شامل ہیں، جب عید اور بقرعید آتی ہے تو کپڑا خریدنے کا معاملہ آتا ہے شوہر بیوی کے ہاتھ میں پیسے دے کر بولتا ہے تم جانو تمہارا

کام میں اپنے کام پر جاتا ہوں تم جاؤ شاپنگ کر کے لاؤ، دنیوی کام کے لئے عورت کا باہر نکلنا اس قدر ضروری نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ نامحرم کے سامنے پورا منہ کھول کر گھنٹوں سامنے بیٹھ کر قسم ہا قسم کے کپڑے خرید کر بات چیت کر کے بھاؤ تاؤ کر کے جب وہ واپس آتی ہے تو اس کے حوصلے اور بلند ہو جاتے ہیں۔

عورت کو معلوم ہو گیا کہ مرد کی یہ کمزوری ہے اور مرد کو اس طرح رکھنا ہے جب شادی کا موقع آتا ہے تو زیور اور شادی کا سامان خریدنے کے لئے بھی عورت کا انتخاب کرتے ہیں، جاؤ تم خود لے کر آجاؤ ہمیں کیا معلوم تمہیں کیا پسند ہو؟ تمہیں جو چاہئے وہ لے کر آجاؤ، عورت کو ہم نے سنار کی دکان پر بھیج دیا، بزاز کے پاس بھی بھیج دیا، ترکاری والے کے پاس بھی بھیج دیا، اور نہیں معلوم کہاں کہاں بھیج دیا، اور پھر بولتے ہیں کہ ہماری عورت نافرمان ہے، واللہ عورتوں کو تو نافرمان ہم نے بنایا، عورتوں کو آوارہ ہم نے بنایا، عورتوں کو ذلیل وخوار تو ہم نے کیا، عورتوں کے پردے تو ہم نے کھلوائے ہیں، عورتوں کی عزت وناموس کو برباد کرنے میں ہمارا ہاتھ ہے۔ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ پوچھیں گے اس وقت کیا جواب دو گے؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس ملک کو، یا جس گھر کو چلانے والی عورت ہو تو اس میں خیر نہیں، دوستو! میں کسی کا نام لے کر نہیں بول رہا ہوں، میں خود کو بھی نصیحت کر رہا ہوں اور آپ کو بھی، عورت کہتی ہے، دیکھو جی شادی کے لئے تمہارے پاس جو پیسہ ہے اس میں تو کام نہیں چلے گا لہٰذا ایک لاٹری ڈال دو! فلاں صاحب کی فائنانس کمپنی ہے وہاں لاٹری ڈالی جاتی ہے، پچاس ہزار کی چیٹی پچیس ہزار میں ملتی ہے کیا ہوا پچاس ہزار کی چیٹی پچیس ہزار میں مل رہی ہے لے لیں گے، ہماری ناک تو رہ جائے گی رشتہ داروں سے مانگنے سے اچھا ہے کہ ہم لاٹری اٹھا لیں بعد میں ادا کرتے رہیں گے۔

ناجائز طریقے کا انجام

بیوی کی بات مان کر شادی کر دی جاتی ہے، شوہر کما کر لا رہا ہے گھر کا خرچ بھی چل رہا ہے، پہلے ہی سے پریشانی تھی اب پچیس کے پچاس وہاں دیئے جا رہے ہیں تو پریشانیاں بڑھیں گی یا گھٹیں گی؟ دوستو! آج کے ماحول کو خراب کرنے کے لئے مرد اور عورت دونوں ذمہ دار ہیں، حضور اکرم ﷺ نے صاف فرمایا حرام کھانے کے بعد عبادت قبول نہیں، حرام پہننے کے بعد نماز قبول نہیں، آج کتنے لوگ ایسے ہیں جو شادیوں میں سود پر اور لاٹری اٹھا کر پیسے لیتے ہیں اور پھر اس پیسے سے کھانا اور زیور اور مال اور کپڑا تیار ہوتا ہے، دوستو! اس میں جو کھانا کھلایا جاتا ہے، کھانے والے لوگ بھی نہیں پوچھتے کہ سود پر تو پیسہ نہیں لیا ہے، اگر پوچھ لیں تو لڑائی ہو جائے گی، مزاج میں اتنی خرابی آ گئی کہ اگر کسی سے آپ نے یہ پوچھ لیا کہ آپ نے شادی میں سود پر پیسہ تو نہیں لیا؟ تو خیر نہیں کہ تم نے ہماری عزت نکال دی، تم کون ہو پوچھنے والے؟ جہنم میں چلے جائیں وہ قبول ہے اللہ اور اللہ کا رسول ناراض ہو جائے وہ قبول ہے، لیکن کسی آدمی کے سامنے ناک نیچی ہو یہ قبول نہیں ساری بربادیوں اور ساری تباہیوں کو ہم نے خود مول لیا ہے، اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے اور حرام مال سے بچائے۔ آمین!

حضور ﷺ کا دستور تھا کہ سلام میں پہل کیا کرتے تھے جو مل گیا اس کو السلام علیکم، دوسروں کو موقع نہیں دیتے تھے کہ وہ سلام کرے، الّا یہ کہ آپ مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو آنے والے سلام کرتے، ایک دس سال کا بچہ تھا اس نے کہا کہ آج میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کو سلام کر دوں گا، تو گلی کے نکڑ پر چھپ کر کھڑا ہو گیا حضور ﷺ جب ادھر سے آئے تو اس نے کہا کہ السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ آپ

نے فرمایا کہ وعلیکم السلام اور فرمایا کہ یہ لڑکا حرامی ہے نبی سے پہل کر رہا ہے، اسمیں یہ حکمت ہے نبی سے دعائیں لینے کی بجائے نبی کو دعائیں دینے کی کوشش کر رہا تھا۔

شوہر نے بیوی سے پوچھا کہ سچ بتا کیا ماجرا ہے؟ بیوی نے کہا کہ قسم اللہ کی جس نے حضور ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے رسول بنا کر بھیجا ہے آپ کا بچہ بالکل حلالی ہے، لیکن میں نے اس کو حرام کھلایا ہے، فلاں فلاں وقت پر آپ پیسہ دھوکہ سے کما کر لائے تھے اس سے میں نے اچھی سے اچھی چیزیں بنا کر کھلائی تھیں اس لئے اس میں یہ جرأت پیدا ہوئی کہ یہ نبی ﷺ سے دعا لینے کے بجائے خود آگے بڑھ کر سلام کرنے لگا۔

معلوم یہ ہوا کہ ایک حرامی وہ ہے جو ناجائز پیدا ہوا ہو دوسرا وہ ہے جس کی حرام مال سے پرورش ہو، آج اولاد ماں باپ کا کہنا کیوں نہیں مانتی؟ باپ کہتا ہے کہ میں بچوں کو نصیحت کرتا ہوں، لیکن بچے میری بات نہیں مانتے، ماں باپ ہی کو سبق پڑھا دیتے ہیں، آج جو لاٹریوں سے پیسہ اٹھا کر گھروں میں استعمال ہو رہا ہے اور قسم ہا قسم کے فنڈ جو سود پر لے کر گھروں میں استعمال ہو رہے ہیں، اسی کا اثر ہے کہ اولادیں نافرمان ہیں، آج ہم میں کتنے شیخ ہیں؟ کتنے سید ہیں؟ کتنے انصاری ہیں؟ کتنے پٹھان ہیں؟ کتنے بیگ اور کتنے مرزا ہیں؟ کوئی حساب نہیں ہے؟ ہر آدمی کو اپنے خاندان پر فخر ہے لیکن دوستو! خاندانی روایات تو کبھی کی مٹی میں مل چکی ہیں، شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے اپنے وعظ میں ارشاد فرمایا کہ ایک سید صاحب کا بیٹا راستے میں کھڑا تھا، ایک عورت مٹی کے گھڑے میں پانی بھر کر لے جا رہی تھی کمان سے لڑکے نے تیر نکالا اور نشانہ لگا کر اس عورت کا گھڑا توڑ دیا اور سارا پانی عورت کے اوپر بہہ گیا، وہ عورت اس کے گھر گئی اور کہا کہ اگر تیر میری کمر میں لگتا تو میں زخمی ہو جاتی یہ اچھا ہوا کہ گھڑے میں لگا گھڑا ٹوٹ گیا پانی کا نقصان ہوا، اتنی دور سے پانی لا رہی تھی، آج اللہ نے سہولت دیدی ہے بہت دور دور سے پانی لایا کرتے تھے تو سید صاحب نے کہا کہ میرا بیٹا ایسا نہیں کر سکتا کہ تیرے گھڑے میں تیر مارے وہ سید ہی نہیں جو کسی دوسرے آدمی کو تکلیف پہونچائے معلوم ہوتا ہے کہ یہ میرا بیٹا نہیں، سید صاحب نے بیوی سے پوچھا کہ تجھے بتانا پڑے گا کہ یہ بچہ کس کا ہے، اس لئے کہ میری اولاد کسی کو تکلیف نہیں دے سکتی، بیوی نے کہا کہ سچ ہے آپ مجھے معاف کر دیں گے تو بتاؤ گی، کہا معاف ہے بیوی نے کہا یہ لڑکا آپ کے ملازم کا ہے۔

ایک بچے کا واقعہ

امام ابوحنیفہؒ درس دے رہے ہیں سبق پڑھا رہے ہیں کچھ بچے گیند کھیل رہے ہیں وہ گیند اچھل کر امام ابوحنیفہؒ کے پاس گری بچوں نے کہا کہ ہم نہیں جا سکتے، ایک بچہ گیا اور گیند اٹھا کر لے گیا، حضرت نے فرمایا کہ یہ بچہ حلالی نہیں، معلوم ہوا کہ بچے کا باپ ناجائز کاروبار کرتا ہے، اس لئے اس کے اندر سے حیاء وشرم نکل گئی۔ آج ایسی باتیں عام ہیں، کس کس کو روئیں آج ہمارا بچہ ہمارے سامنے ٹوپی پہن کر رہے تو بڑی بات ہے، سعودی عرب والوں کی حرص کرتے ہیں سعودی عرب میں سونے والا اور یہاں کا عبادت گزار برابر ہے، قیامت کے دن نبی کریم ﷺ گھبرائے ہوں گے، پریشان ہوں گے اپنی امت کے لئے تو آپ کا گزر کعبۃ اللہ کے پاس سے ہوگا اللہ تعالیٰ کعبۃ اللہ کو فرشتوں کے ذریعہ سے اٹھوا کر میدان حشر میں لائیں گے خانہ کعبہ کو اللہ تعالیٰ زبان دیں گے نبی کریم ﷺ سے سوال کرے گا کہ آپ ﷺ کیوں پریشان ہیں فرمائیں گے امت کے لئے پریشان ہوں وہ عرض کرے گا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کے جس امتی نے میرا حج کرلیا اس کی مغفرت ہے۔ آپ اس کی طرف سے بے فکر رہیں اور جس نے میرا طواف کرلیا اس کی بھی مغفرت ہے، اور جس

نے میرے پاس ایک وقت کی بھی نماز پڑھ لی اس کی بھی مغفرت ہے۔آپ بے فکر رہیں اور جس نے مجھے دور سے دیکھ لیا اس کی بھی مغفرت، آپ بے فکر رہیں اور جو میری زیارت کو آرہا تھا لیکن راستے ہی میں مرگیا اس کی بھی مغفرت ہے، کعبۃ اللہ کہے گا، باقی لوگوں کی آپ فکر کریں۔ وہ تو سعودی عرب والے ہیں ان کا بچہ چالیس دن کا ہوجاتا ہے تو طواف کراتے ہیں ابھی بچہ چلنا نہیں سیکھتا ہے ہر جمعرات کو مسجد حرام میں لاتے ہیں ماں باپ وہیں نماز پڑھتے ہیں، مجھے اور آپ کو ایک دفعہ بھی جانا نصیب ہوجائے تو غنیمت ہے، ان کی حرص کرتے ہیں کہ صاحب وہ تو ننگے سر نماز پڑھتے ہیں صاحب وہ تو دو رکعت ایسے پڑھتے ہیں اور ایک رکعت ایسے پڑھتے ہیں فلاں ایسے کرتے ہیں ارے وہ تو شاہ کے دربار میں ہیں ان پہ تو کرم ہے احسان ہے۔

عربی بچے کا ایمان

ہمارے ایک دوست معلم عدنان جمیل مکی جو محلّہ شبیکہ میں رہتے تھے۔ آج وہ پورا محلّہ حرم میں آگیا ہے، انہوں نے ہندوستان میں شادی کی تھی حافظ خورشید عالم مرحوم نے ان کے بچے سے کہا کہ چلو ہندوستان تمہیں دلی گھمائیں گے لال قلعہ جامع مسجد دکھائیں گے اور بنگلور آؤ گے تو ٹیپو سلطان کا قلعہ ودھان سودھا دکھائیں گے، میسور گھمائیں گے تو اس بچے نے سوال کیا کہ وہاں کعبہ بھی ہے، انہوں نے کہا نہیں، بچے نے کہا کُلٌّ لایَعْنِی سب بے کار ہے، ایک دس سال کے بچے نے کہا ہے ہمارے یہاں دس سال کے بچے کو یہ تمیز نہیں ہوتی؟ سود کے تعلق کہہ رہا تھا جیسا کھلائیں گے ویسے ہی اثرات ہوں گے آج مختلف انداز میں سودی لین دین چل رہا ہے یہ سب شیطانی دھندے ہیں اس میں عورتوں کو کھلی چھوٹ دے رکھی ہے، خدا کی قسم جب عذاب ہو تو مردوں کو بھی نہیں بخشا جائے گا۔

ہر آدمی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی عورت سے پوچھے کہ پیسے کہاں سے آئے تم نے یہ زیور بنوایا یہ کہاں سے آیا، تم نے یہ لباس پہنا کہاں سے آیا تم نے یہ جوتے بنائے کہاں سے آئے؟ تم نے فلاں چیز خریدی کہاں سے آئی؟ شریعت کا حکم ہے کہ تم نے گھر میں ترکاری اور سبزی لاکر دی ہے اور تمہاری بیوی کھتمیر، ہرا دھنیا جو سالن میں ڈالا جاتا ہے، اس کے متعلق بھی پوچھو کہ کہاں سے آیا میں نے تو لاکر نہیں دیا، اگر صحیح جگہ سے آیا ہے تو کھاؤ ورنہ نہیں، لیکن یہاں تو سب کچھ ہضم ہوجاتا ہے، سود شادی میں لین دین میں عید بقرعید میں دکانداری میں، سب کاموں میں سود چل رہا ہے، اور سود کی وجہ سے مسلم لوگ تباہ ہو رہے ہیں، یہ راجستھانی غیر مسلم لوگ، جب اپنے گھر سے چلتے ہیں تو ایک کرتہ ایک لنگی پہن کر آتے ہیں اور ایک لوٹیا ساتھ لاتے ہیں اور مسلمانوں کے محلے میں بستے ہیں۔ دکان کھولتے ہیں، چند دن میں مالدار بن جاتے ہیں مسلم عورتیں کان، ناک، گلے کا زیور آدھے پیسے میں دے کر آجاتی ہیں اور جب خریدتی ہیں تو پورے دام سے خریدتی ہیں اور جب گروی رکھتے ہیں تو اتنا سود ہوجاتا ہے کہ مال بھی چلا جاتا ہے اور پیسہ بھی چلا جاتا ہے، ایک لطیفہ بتا کر بات ختم کرتا ہوں ایک دفعہ دودھ کی ڈیری اپنے ملازم کو ایوارڈ دے رہی تھی کسی نے پوچھا کہ یہ ایوارڈ کیسا ہے بتایا کہ کمپنی نے ایک مشین بنائی تھی جو گائے اور بھینس کے تھن سے خود بخود دودھ نکالتی ہے مشین لگا کر بٹن دبا دو خود بخود دودھ نکلتا رہے گا۔ دودھ ڈیری کے ملازم نے ایک کسان کو یہ مشین دی تھی سودی قرض پر، تو سال بھر میں اس نے مشین کی قیمت بھی وصول کرلی اور اس سے مشین بھی واپس لے لی یعنی مشین بھی واپس آگئی سود بھی مل گیا۔ الامان والحفیظ۔ اگر ضرورت ہے تو مال بیچ دو اللہ تعالیٰ دوبارہ دے گا۔ سود پر لینے کی کیا ضرورت ہے۔

دوستو! یہ سنگھا جو غیر مسلم لوگ چلا رہے ہیں، مسلم عورتوں کو بیٹھا کر مختلف قسم کی باتیں کرتے ہیں ان کی عزتوں سے کھیلا جا رہا ہے، ان کو بے پردہ کیا جا رہا ہے ان کو گالیاں دی جا رہی ہیں۔ ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی عورتوں کو سختی سے یہ بات کہیں، آج سے کوئی کاروبار سود کا ہمارے گھر میں نہیں ہونا چاہئے پھر دیکھئے برکت کیسے نہیں آئے گی، عورت آپ کی بات کیسے نہیں مانے گی اولاد آپ کی فرمانبرداری کیسے نہیں کرے گی؟ پڑوسیوں کے ساتھ آپ کے تعلقات کیوں اچھے نہیں ہوں گے؟ ساری بلائیں مسلمان نے اپنے سر لے رکھی ہیں پھر کہتے ہیں کہ پڑوسی خراب ہیں وغیرہ وغیرہ پہلے خود صحیح ہو جاؤ بعد میں دوسروں کو صحیح کرنے کی فکر کرنا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآن کریم کی جو آیت میں نے تلاوت کی تھی۔ **یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقَاتِ، وَاللّٰہُ لاَ یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْم.** اللہ تعالیٰ بے شک سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت نہیں کرتا جو سودی کاروبار کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو سود لیتا اور دیتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ سے جنگ کا اعلان کرتا ہے جو آدمی اللہ تعالیٰ سے جنگ کرے وہ کبھی کامیاب ہو سکتا؟ کبھی اس کو عزت مل سکتی اللہ تعالیٰ ہمیں اس برے عمل سے بچائے اور صحیح راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

اپنی ہر مراد اللہ سے مانگو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ عَلیٰ مَنْ لاَّنَبِیَّ بَعْدَہٗ، اَمَّا بَعْد! فَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. وَقَالَ رَبُّکُمْ ادْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ. وَقَالَ فِیْ مَوْضِعِ آخَرْ، اُدْعُوْا رَبُّکُمْ تَضَرُّعاً وَخَفِیَّۃً. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم.

میں بلبلِ نالاں ہوں، اک اُجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو، داتا دے

محترم سامعین کرام، حضرات اساتذۂ کرام اور عزیز طلباء آج دعا سے متعلق کچھ اہم اور ضروری باتیں قرآن وحدیث کی روشنی میں گوش گذار کرتا ہو، رسول اکرم ﷺ اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ **الدُّعَاء مخُّ الْعِبَادۃ** دعا عبادت کا مغز ہے ایک دوسری حدیث میں ہے دعا مومن کا ہتھیار ہے، یعنی جس طرح آدمی اپنے بچاؤ کے لئے اور دشمنوں کے وار سے حفاظت کے لئے ہتھیار اپنے پاس رکھتا ہے،

اسی طرح نفس اور شیطان بھی مومن کے دشمن ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ جس طرح خون آدمی کے بدن میں دوڑتا رہتا ہے اسی طرح شیطان بھی انسان کے بدن میں دوڑتا ہے اور ظاہری دشمن وہ ہیں جو اسلام کے دشمن ہیں کیونکہ جو اسلام کے دشمن ہیں وہ ہر مومن و مسلم کے بھی دشمن ہیں)، اللہ نے ان دشمنوں سے بچاؤ کے لئے مضبوط اور طاقتور ہتھیار عطا فرمایا ہے، یعنی دعا ایک غیر معمولی اور خدائی طاقت ہے، انسان دعا کے سہارے سے بڑے سے بڑا کام بحسن وخوبی انجام دے سکتا ہے، دعا جو بھی کرے اللہ اس کی دعا کو سنتا ہے، اس لئے کبھی بھی انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے بلکہ ہمیشہ اللہ کی رحمت کا خواستگار اور طالب رہے بالخصوص اگر آدمی پر ظلم کیا جاتا ہے اور اس کی زبان سے ظالم کے خلاف کوئی جملہ نکل جاتا ہے تو اس کے قبول ہونے میں دیر نہیں لگتی ہے، اگر چہ وہ مظلوم کوئی کافر اور فاجر ہی ہو چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ مُسْتَجَابَةٌ وَاِنْ كَانَ فَاجِراً فَفَجُوْرَهُ عَلٰى نَفْسِهٖ. مظلوم کی دعا قبول کی جاتی ہے اگر چہ وہ مظلوم بدکار ہو اس کی بدکاری کا وبال خود اس کی ذات پر ہوگا ایک اور حدیث میں ہے: دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ مُسْتَجَابَةٌ وَاِنْ كَانَ كَافِراً لَيْسَ دُوْنَهٗ حِجَابٌ. مظلوم کی دعا قبول کی جاتی ہے اگر چہ وہ کافر ہو اس کے لئے کوئی روک نہیں ہے۔ اس لئے مظلوم کی بددعا سے بچنا چاہئے اور اپنی ہر حاجت اللہ ہی سے مانگنا چاہئے خواہ چھوٹی ہو یا بڑی۔

دعا بہر حال فائدہ مند ہے

حضرت انسؓ بن مالک کی روایت ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے ہر شخص کو اپنی حاجت اللہ سے مانگنی چاہئے، حتی کہ اگر اس کی جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اس کی درستگی کے لئے اللہ سے دعا کرے۔“ (ترمذی)

یعنی جو معاملات انسان کو اپنے اختیار میں نظر آتے ہیں۔ ان میں بھی تدبیر کے ساتھ اللہ کی مدد مانگنی چاہئے۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا ”دعا بہر حال فائدہ مند ہے ان بلاؤں کے معاملہ میں بھی جو نازل ہو چکی ہیں اور ان بلاؤں کے معاملے میں بھی جو نازل ہونیوالی ہیں، پس اے بندگانِ خدا، تم ضرور دعا مانگا کرو۔“ (ترمذی، مسند احمد)

حضرت ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ نے کہا: ”اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو، کیونکہ اللہ کو یہ ادا پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے۔“ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی نگاہ میں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز باوقعت نہیں ہے“ (ابن ماجہ)

حضرت سلمان فارسیؓ کی روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا: ”قضائے الٰہی کو کوئی چیز نہیں ٹال سکتی مگر دعا۔“ (ترمذی)

یعنی اللہ کا فیصلہ نازل ہو کے رہتا ہے مگر جب بندہ دعا مانگتا ہے تو اللہ اپنے فیصلے کو بدل سکتا ہے، حضرت جابرؓ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”آدمی جب کبھی اللہ سے دعا مانگتا ہے، اللہ اسے یا تو وہی چیز دے دیتا ہے جس کے لئے دعا کی گئی یا اس درجہ کی کوئی بلا اس پر آنے سے روک دیتا ہے بشرطیکہ وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے۔“ (ترمذی)

دعا مانگنے کا طریقہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص دعا مانگے تو یوں نہ کہے کہ الٰہی مجھے بخش دے اگر تو چاہے۔ بلکہ اسے قطعی طور پر سوال کرنا چاہئے کہ الٰہی میری فلاں حاجت پوری کر۔“ (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’تم میں سے جس شخص کے لئے دعا کا دروازہ کھول دیا گیا۔ (یعنی دعا مانگنے کی توفیق دے دی گئی، اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے۔‘‘، ’’جو شخص اللہ سے کوئی سوال نہیں کرتا۔ اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔‘‘، ’’تم اللہ سے دعا مانگنے میں عاجز نہ ہو (یعنی کوتاہی نہ کرو) دعا کرتے رہنے کی صورت میں ہرگز کوئی شخص (کسی آفت ناگہانی سے) ہلاک نہ ہوگا‘‘ ’’جو شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا سختیوں اور مصیبتوں کے وقت قبول فرمائے۔ اس کو چاہئے کہ فراخی اور خوشحالی میں بھی کثرت سے دعا مانگے۔‘‘

دعا مومن کا ہتھیار ہے

’’دعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے، اور آسمان و زمین کا نور ہے۔‘‘، جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرتا ہے (یعنی دعا مانگتا ہے) اللہ اس کو وہ چیز ضرور دے دیتا ہے، یا دنیا میں دے دیتا ہے یا اسکی آخرت کے لئے ذخیرہ کر دیتا ہے۔‘‘

خواجہ یحییٰ معاذ رازیؒ اپنی دعا میں کہتے تھے۔ الٰہی میں کس طرح دعا کو ہاتھ پھیلاؤں کہ گنہ گار ہوں اور کس طرح نہ پھیلاؤں کہ تو کریم و رحیم ہے۔ اگر تیرے رسولؐ کی سنت میں پیٹ پر پتھر نہیں باندھا تو تیرے رسول ﷺ کی مخالفت میں پتھر بھی نہیں پھینکا۔ بندگی نہ کر سکا، لیکن بندہ ضرور ہوں، تیرا گنہ گار ہوں لیکن پناہ بھی تیری ہی ڈھونڈتا ہوں، اے اللہ! اگرچہ میں اس لائق نہیں ہوں کہ تیرے رسول کی شفاعت حاصل کر سکوں، لیکن کیا اس لائق بھی نہیں ہوں کہ تیرا کرم مجھے نارِ دوزخ سے بچالے، اگر میں نے جہاد کی صف میں تلوار نہیں کھینچا، لیکن چوکھٹ پر دن میں پانچ بار سجدہ ریز ضرور ہوا اور کسی کا کوئی گناہ نہیں جو میرے گناہ سے بڑھ کر ہے۔ اور تو نے بخش دیا ہے تو مجھے محروم نہ کر، اگر کسی کی اطاعت تو نے قبول کی ہے، اور وہ

قصور وار ہے تو میری اطاعت کو بھی قبول کر۔ مخدوم جہاں شیخ شرف الحق احمد یحییٰ منیری (قدس اللہ سرہ العزیز) نے مکتوباتِ صدی میں لکھا ہے: ’’اے بھائی! خواہ تم گناہ سے کتنا ہی آلودہ ہو اس کی رحمت سے امید رکھو، کیا تم فرعون کے جادوگروں سے زیادہ گناہ آلود ہو؟ کیا تم اصحاب کہف کے کتے سے زیادہ ناپاک ہو؟ کیا تم طور سینا کے پتھر سے زیادہ سخت دل ہو؟ کیا تم چوب حنانہ سے زیادہ بے قیمت ہو؟ جب روزِ اول انسان کی خلافت پر فرشتوں نے اعتراض کیا کہ یہ زمین پر فساد پھیلائے گا اور خون بہائے گا تو ندا آئی۔ کیا اس کا گناہ میری رحمت سے زیادہ ہو سکے گا؟

اللہ تعالیٰ ماں سے زیادہ محبت کرتے ہیں

خواجہ سفیان عیینہؒ سے نقل ہے کہ فرمایا، خبردار گناہ اور معصیت تمہیں دعا کرنے سے باز نہ رکھے، کہ حق تعالیٰ نے ابلیس کی دعا قبول کی ہے جو بدترین خلائق ہے۔ جو کفر و کافری کا سردار ہے، جب اس نے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا، تو اس پر سخت غضبِ الٰہی نازل ہونا چاہئے تھا، لیکن پکارا، اے رب! مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے۔

جواب ملا ’’منظور‘

اس نے تمام گناہوں کی معافی کا وعدہ کر رکھا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعاً.

اللہ تعالیٰ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں

ایک ماں اپنی اولاد سے اس قدر محبت کرتی ہے کہ ہزار غلطی اور نافرمانی کرے لیکن اگر وہ اپنی ماں کے سامنے گڑگڑالے اور رو لے اور معافی مانگ لے تو ماں کی ممتا اور محبت اس اولاد کو اپنے سینے سے چمٹا لیتی ہے اور ایک محبت ساری نافرمانیاں فراموش

کر جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتے ہیں، چنانچہ ایک غزوہ میں ایک عورت کا دودھ پیتا بچہ گم ہوگیا اب عورت پریشان پھر رہی ہے کہ نہ معلوم بچہ قتل کر دیا گیا، یا گھوڑوں کی ٹاپ کے نیچے دب کر مر گیا، پھر اچانک وہ بچہ مل جاتا ہے، ماں دھول سے لت پت بچے کو اٹھاتی ہے اور اس کو چومتی ہے اور پیار کرتی ہے آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ یہ منظر دیکھتے ہیں تو آپ ﷺ صحابہ کرام سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ یہ عورت اس بچہ کو آگ میں ڈال سکتی ہے تو صحابہ کرامؓ کہتے ہیں یارسول اللہ ﷺ یہ تو ہرگز نہیں ڈال سکتی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ستر ماؤں سے بھی زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرتے ہیں تو پھر کیسے ممکن ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے مانگے اور اللہ تعالیٰ اس کو عطا نہ فرماویں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک اقتباس پیش کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں، فرمایا انسان اگر تنہا ہو تو آسانی سے شکست کھا سکتا ہے، لیکن جب اس کے اندر خدائی طاقت موجود ہو تو اس کو شکست نہیں ہوسکتی مانگو تم عطا ہوگا، ڈھونڈھو تم کو ملے گا، کھٹکھٹاؤ تمہارے لئے دروازہ کھلے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم ہر چیز اللہ ہی سے طلب کریں اور مانگیں۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

☆☆☆

اپنی نیکیاں محفوظ رکھو (غیبت سے بچو)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلاَنَا مَحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم. وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيم .

یہی اصول ہے سرمایۂ سکونِ حیات
''گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش''

محترم سامعین، حضرات اساتذہ کرام اور عزیز طلباء! جو آیت کریمہ میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے سے منع کیا ہے یعنی کوئی مسلمان

کسی مسلمان کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کرے، یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ جیسے اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا جسے کوئی بھی سلیم الطبع پسند نہیں کرسکتا ہے۔ لیکن افسوس ہے آج کے لوگوں پر کہ غیبت جو گناہ کبیرہ ہے اس سے ہماری محفلیں گرم رہتی ہیں عوام ہوں کہ خواص چھوٹے ہوں کہ بڑے، پڑھے لکھے ہوں کہ ان پڑھ سارے ہی لوگ اس میں ملوث اور مبتلا ہیں، الا ماشاء اللہ اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم غیبت کو گناہ ہی نہیں سمجھتے ہیں اسی وجہ سے اس سے بچنے اور توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے جب آدمی بیماری کو بیماری سمجھتا ہے تو اس کے علاج کی فکر کرتا ہے اور اس کے لئے اچھا ڈاکٹر اور حکیم تلاش کرتا ہے اور جب تک کلی طور پر اطمینان بخش علاج نہیں کرالیتا ہے سکون سے نہیں بیٹھتا، اسی طرح غیبت کو بھی اگر بڑا گناہ سمجھیں گے اور اس کو روحانی بیماری تصور کریں گے تو اس کے علاج کی فکر کریں گے، غیبت کی شناعت اور قباحت بیان فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا" غیبت کا گناہ زنا کے گناہ سے بڑھ کر ہے۔

حضور ﷺ کا معجزہ

ایک مسلمان جس کے دل میں رائی کے حبہ برابر بھی ایمان ہو ارشاد نبوی سن کر کیسے کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنے کی ہمت اور جرأت کرسکتا ہے، رسول اکرم ﷺ نے ایک صاحب سے فرمایا کہ اپنے دانتوں کا خلال کرلو انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں نے آج گوشت چکھا بھی نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے یعنی اس کی غیبت کی ہے، یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تھا کہ آپ علیہ السلام نے اس کو دیکھا آج ہم چوبیس گھنٹوں میں نہ معلوم کتنے بھائیوں کا گوشت کھالیتے ہیں لیکن ہمیں نظر نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایک دوسرے کی غیبت سے منع کیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُم بَعْضاً أَیُحِبُّ أَحَدُکُمْ أَن یَأْکُلَ لَحْمَ أَخِیهِ مَیْتاً فَکَرِهْتُمُوهُ" (الحجرات) اور ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا نہ کہو، کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جو مردہ ہو، جس سے تمہیں گھن آتی ہے۔" غیبت کے لئے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی تمثیل انتہائی بلیغ ہے، کیونکہ جس شخص کی غیبت کی جاتی ہے، وہ اپنی مدافعت نہیں کرسکتا، مسلمان بھائی کی برائی جو فی الواقع اس میں موجود ہو اس کی عدم موجودگی میں دوسروں کے سامنے بیان کرنا غیبت کہلاتی ہے۔

حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: "غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کے بارے میں اس کے پیچھے ایسی بات کہے جو اس کو ناپسند ہو، کسی نے عرض کیا کہ اگر واقعتاً اس کے اندر وہ بات موجود ہو؟ فرمایا کہ تب ہی تو غیبت ہے، ورنہ تو الزام اور بہتان ہے، جو غیبت سے بھی زیادہ سخت ہے۔" (صحیح مسلم)

غیبت کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے، کسی کا مقولہ ہے کہ اگر بری نیت سے کسی کو یہ کہا کہ اس کا کرتا اونچا نیچا ہے تو یہ بھی غیبت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی جو پست قد تھی، جب وہ چلی گئی تو حضرت عائشہؓ نے کہا: کتنی چھوٹی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ غیبت ہے کیونکہ تم نے اس کے عیب کا تذکرہ کیا۔

اخلاقی بیماریاں

اخلاقی بیماریوں میں سے غیبت جس قدر بری بیماری ہے، بدقسمتی سے ہمارے معاشرہ میں اسی قدر عام ہے، یہ برائی ہمارے معاشرہ میں بہت زیادہ جڑ پکڑ چکی

ہے، اور اس کا اتنا رواج ہو چکا ہے کہ اب اس قبیح فعل کو کوئی برا نہیں سمجھتا، بہت کم لوگ ہوں گے جو اس بیماری سے محفوظ ہوں گے۔ دانستہ یا نادانستہ طور پر، تقریباً ہر شخص اس بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔

خاص طور پر عورتیں اس مرض میں کثیر تعداد میں مبتلا ہیں۔ عام طور پر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جہاں کہیں دو عورتیں اکٹھی ہوئیں فوراً کسی نہ کسی کی غیبت شروع ہوگئی۔ اگر کسی کو منع کیا جائے کہ آپ غیبت نہ کریں تو فوراً جواب ملتا ہے کہ میں اس سے چھپ کر تھوڑے ہی کہہ رہا ہوں، میں تو یہ بات اس کے سامنے کہنے پر تیار ہوں۔ اگر اس کے منہ پر کہہ دے تب بھی ایک مسلمان کی دل آزاری ہوگی اور کسی کی دل آزاری کرنا کیا کم گناہ ہے؟

بعض علماء نے تو نقل اتارنے اور تحقیر آمیز اشارات کرنے کو بھی غیبت میں شمار کیا ہے، غیبت کرنے سے انسان کے ہاتھ کچھ نہیں آتا، بلکہ اپنی نیکیاں کھو بیٹھتا ہے۔ ایک شخص حضرت حسن بصریؒ کی غیبت کیا کرتا تھا، آپ کو پتہ چلا تو آپ نے ایک طباق تازہ کھجوریں اس کے لئے ارسال فرمائیں اور یہ کہلوایا: ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اپنی نیکیاں مجھے عنایت فرما دیں، اس کے بدلے میں یہ معمولی سا ہدیہ پیش خدمت ہے۔ میں پورا بدلہ تو نہیں دے سکتا، معاف فرمائیں۔“

یاد رکھئے غیبت سے باہمی نفرت کو ہوا ملتی ہے اور دشمنی کے جذبات بھڑکتے ہیں۔

غیبت کے مرض میں مبتلا شخص خود کو عموماً عیبوں سے پاک تصور کرتا ہے اور جس کی غیبت کی جائے وہ اپنے عیب کی تشہیر ہو جانے کے باعث اور ڈھیٹ بن جاتا ہے۔ برائی کو مشتہر کرنا بھی ایک برائی ہے، اس سے دھیان گناہ کی طرف جاتا ہے اور انسان کی سوچ گمراہ ہو جاتی ہے، برائی کا جتنا چرچا کیا جائے یہ اتنا ہی پھیلتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے مثال بیان فرمائی ہے، غیبت بہت ہی گھناؤنا اور قابل مذمت فعل ہے، اس کے پیچھے اپنے بھائی کو بدنام کرنے اور اس کی تحقیر و تذلیل کرنے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور یہ قطعی طور پر ممنوع ہے۔

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کا تذکرہ خیر کرتا ہے تو اس کے ساتھ رہنے والے فرشتے کہتے ہیں کہ خدا تجھ کو اور اس کو ایسا ہی بنا دے، اور جب برائی کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ تو نے اپنے بھائی کی برائی کو کھول دیا تو اپنے کو دیکھ اور اللہ کا شکر ادا کر کہ اس نے تیری برائی کو چھپا رکھا ہے۔

غیبت کا فعل تو زنا سے بھی زیادہ قبیح ہے، کیونکہ زنا کا گناہ انسان کی اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے جبکہ غیبت میں جب تک انسان اس شخص سے اپنے آپ کو معاف نہ کرا لے جس کی غیبت کی ہے، اس وقت تک معافی نہیں ہو سکتی، زانی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔

ماعز اسلمیؓ نے جب اعتراف زنا کر لیا اور آپ ﷺ نے سنگسار کرنے کا حکم دیدیا تو دو آدمی آپس میں کہہ رہے تھے کہ دیکھو اس شخص کو جس کے گناہ کو اللہ نے پوشیدہ رکھا مگر اس نے خود انکشاف کیا پھر اسے اس طرح سنگسار کیا گیا جس طرح کتوں کو کیا جاتا ہے آپ ﷺ نے یہ سنا اور خاموش رہے۔ پھر تھوڑی دور چل کر دیکھا کہ ایک گدھا مرا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دونوں صاحبان کہاں ہیں تو انہوں نے کہا ہم حاضر ہیں یا رسول اللہ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ مردار گدھا کھاؤ تو انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کون کھا سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم مردہ گدھا کھانے سے تو نفرت کرتے ہو لیکن اپنے بھائی کی عزت پر جو تم نے حملہ کیا

ہے وہ مردار کھانے سے بھی زیادہ بدتر ہے پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے وہ تو اس وقت جنت کی نہر میں نہا رہا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا: میں نے ایک گروہ کو دیکھا کہ ان کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ لوگ اس سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی عزت وآبرو بگاڑتے ہیں (یعنی غیبت کرتے ہیں)۔ (ابن کثیر)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کا دفاع کرے گا، اللہ اس پر دوزخ کی آگ حرام کردے گا۔

غیبت اور اتہام میں فرق

غیبت سے مراد کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کی برائی بیان کرنا ہے، جو اس میں موجود ہے، جبکہ تہمت لگانے سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کا ایسا عیب بیان کیا جائے جو اس میں موجود نہیں ہے اور اس کے دامن عفت کو بلا وجہ داغدار کیا جائے۔

کسی پر تہمت لگانا غیبت سے بھی سخت ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”اے لوگو! جن کی زبانیں تو ایمان لا چکی ہیں، لیکن وہ مومن نہیں ہوئے، تم مسلمان کی غیبتیں کرنا چھوڑ دو اور ان کے عیبوں کی ٹوہ نہ لگایا کرو، یاد رکھو! اگر تم نے ان کے عیب ٹٹولے تو اللہ تمہارے ننگ کو ظاہر کردے گا، یہاں تک کہ تم اپنے گھرانے میں بھی بدنام اور رسوا ہو جاؤ گے“۔ (ابن کثیر)

اس حدیث مبارکہ میں غیبت کرنے والوں کے لئے کتنی زبردست وعید اور دھمکی ہے کہ یا تو غیبت کرنے سے باز آجاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں بدنام ورسوا کردے گا

اور تم اپنے گھر والوں کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے، ایک بزرگ سے کسی نے سوال کیا رسول ﷺ کے زمانے میں غیبت کی بدبو ظاہر ہو جاتی تھی لیکن اب ظاہر نہیں ہوتی، اسکی کیا وجہ ہے؟ فرمایا: آج غیبت اتنی زیادہ ہونے لگی کہ اس کی بدبو کا احساس جاتا رہا، جیسا کہ بھنگی کچرے کا اور دباغ (کھال کو پکانے والا) چمڑے کی بدبو کا اتنا عادی ہو جاتا ہے کہ اسی جگہ بیٹھ کر بے تکلف کھاتا پیتا ہے، جبکہ دوسرے کے لئے وہاں ایک منٹ ٹھہرنا مشکل ہو جاتا ہے، یہی معاملہ آج غیبت کا ہے۔

غیبت سے بچنے کا آسان علاج

ارشاد فرمایا جناب نبی کریم ﷺ نے مَنْ صَمَتَ نَجَا، جس نے خاموشی اختیار کی وہ نجات پا گیا آدمی جب زیادہ بک بک کرتا ہے تو اس میں یقیناً بہت سی ایسی باتیں بھی مجلس کو گرم کرنے کے لئے بیان کردیتا ہے جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہوتا پھر آہستہ آہستہ آدمی کی زیادہ بولنے کی عادت ہو جاتی ہے پھر اس کو بولنے ہی سے مطلب ہے خواہ سچ ہو یا جھوٹ، کسی کی غیبت ہو رہی ہو یا کسی کی دل آزاری، اس کی کوئی بھی پرواہ نہیں ہوتی ہے۔

ایک فارسی مثل مشہور ہے ”کم گفتن کم خفتن، کم خوردن عادت گیر“۔ حضرت لقمانؑ اپنے بیٹے کو نصیحت کررہے ہیں کہ کم بولنے کم سونے اور کم کھانے کی عادت بناؤ۔ صوفیاء کے یہاں بھی ان تینوں چیزوں پر بڑا زور دیا جاتا ہے اسی طرح ایک چوتھی چیز ہے، تقلیل اختلاط مع الانام یعنی مخلوق کے ساتھ میل جول نہیں رکھنا چاہئے بلکہ یکسوئی بہت اچھی چیز ہے جب آدمی کو تنہائی میں ذکر اللہ کی لذت محسوس ہونے لگے گی تو لوگوں کے ساتھ بیجا میل جول اور کثرت گوئی سے خود بخود نفرت ہونے لگے گی رسول اکرم ﷺ قبل از نبوت غار حراء میں چلے جاتے اور وہیں کئی روز تک

اللہ اللہ کیا کرتے تھے، حتی کہ حضرت خدیجہؓ کھانا لے کر جاتی تھیں اور تلاش کر کے کھانا دے کر آتی تھیں، اللہ ہمیں بھی بیجا کلام کرنے سے محفوظ فرمائے اور غیبت سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

اسلامی شادی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَه وَالصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَهٗ، اَمَّا بَعد! فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ فِیْ الْقُرْآنِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّ الْمُبذِّرِین کَانُوا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْن. وَقَالَ اللّٰهُ تَبَارَکْ وَتَعَالیٰ وَلاَ تُسْرِفُوْا اِنَّ اللّٰهَ لاَیُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ.قَالَ. قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ اِعْلِنُوْا هٰذَا النِّکَاحِ وَاجْعَلُوهُ فِی الْمَسَاجِدُ. اَوْکَمَا قَالَ عَلَیْهِ الصَّلُوۃُ وَالسَّلَامُ.

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

بزرگان محترم نوجوانان اسلام گذشتہ کئی جمعوں کو اولاد اور بچوں کے متعلق کچھ باتیں عرض کی گئی تھیں ابھی وہ سلسلہ ختم نہیں ہوا لیکن شہر میں آج کل شادیوں کا ماحول نہایت گرم ہے اجتماعی شادیوں کا نظم کیا جا رہا ہے، مختلف تنظیموں اور مختلف اداروں کی جانب سے اور کچھ سیاسی اور مخیّر حضرات اپنے زرخاص سے قوم کی بچیوں کے نکاح کا

انتظام کررہے ہیں۔ ہمارا اور آپ کا اس سے رشتہ ہو یا نہ ہو، لیکن ایمانی اور برادرانہ رشتہ تو ہم سے ہے جو لوگ شادیاں کرارہے ہیں ان سے بھی۔ ہمارا ایمانی رشتہ ہے اور جن کی شادیاں ہورہی ہیں ان سے بھی آج یہ دنیا کا اتنا بڑا المیہ ہے کہ جس کی نظیر پچھلی اور پرانی تاریخوں میں نہیں ملتی۔

خیر القرون میں نکاح آسان تھا اور بدکاری مشکل اور آج زمانہ پلٹ گیا ہے کہ نکاح مشکل ہوگیا ہے اور بدکاری آسان۔ اس لئے کہ معاشرے کے اندر سے جب شرم وحیا اٹھ جائے اور اس کی جگہ پر لالچ پیدا ہوجائے تو آدمی مال کی محبت اور طلب میں اندھا ہوجاتا ہے، آج وہی ماحول ہے ہمارے اپنے اس شہر ہی کا نہیں بلکہ پوری دنیا کا یہی حال ہے۔

سیرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا جو طرز عمل ہے اور جو تعلیمات ہے اور جو آپؐ کا اسوۂ حسنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے اس سے یہ بات ثابت ہے کہ نکاح کوئی مشکل چیز نہیں ہے آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں یعنی ایسے دس صحابہ جن کو دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی بشارت مل گئی تھی، ان میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ بھی ہیں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کئی دن تک نہیں آئے جب آئے تو پوچھا عبدالرحمٰن کہاں تھے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے شادی کی ہے، نکاح کیا ہے اور آپ میرے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھ سکتے ہیں کہ ابٹن ملا ہوا ہے، ہمارے یہاں بھی ہندوستان میں دولہن کو اور دولہا کو شادی سے پہلے کچھ گھر کی عورتیں لیش بنا کر چہرے پر اور ہاتھوں پر لگاتی ہیں، جس سے اس کا رنگ نکھر جائے اور چمک دمک پیدا ہوجائے، ایسا عربوں میں

بھی رواج تھا اس زمانے میں، لیکن ہمارے اس رواج میں اور اس رواج میں بڑا فرق ہے، ہمارے یہاں دولہا کو صرف نیکر اور چڈی پہنا کر بٹھایا جاتا ہے اور نامحرم عورتیں اس کو لگاتی ہیں چچازاد بہن، پھوپی زاد بہن، خالہ زاد بہن اور نہ معلوم کتنی بہنوں کی رشتے دار جمع ہوجاتی ہیں اور جس کی شادی ہونے والی ہے، چڈی میں بیٹھا ہوا ہے شادی کے نام اس کے جسم پر نامحرم عورتیں ابٹن مل رہی ہیں جو سراسر حرام ہے۔ جسم کو خوبصورت بنانا اور اپنے جسم کی باڈی کی حفاظت کرنا یہ آقائے مدنیؐ کی تعلیمات میں شامل ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو ارشاد فرمایا کہ بیٹی جب تو دھوپ میں چلا کرے تو اتنا گھونگھٹ نکال لیا کر کہ تیرے چہرے پر دھوپ نہ لگے تاکہ چہرہ کالا ہونے سے محفوظ رہے اور جب اپنے شوہر کے پاس جا تو سرمہ لگا کر جا اور دانتوں کو اچھی طرح صاف کرلو اور چہرے کو اچھی طرح دھولے اور کپڑے ایسے پہن لے جو تیرے شوہر کو پسند آئے یہ وہ ساری باتیں ہیں جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائیں ہیں۔ لیکن ہمارے اپنے معاشرے میں کچھ چیزیں ایسی داخل ہوگئیں ہیں کہ اس کو بیان کرتے ہوئے اور کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔

ایک اہم واقعہ

میں آپ کو بتاؤں ہمارے اساتذہ میں سے حضرت مولانا سیف اللہؒ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ میں سے تھے آزادی کی لڑائی لڑی جارہی تھی، ہندوستان میں لیڈران کو جیلوں میں بند کیا جارہا تھا، سیاسی لیڈروں پر کوئی زیادہ پابندی نہیں ہوا کرتی۔ جمعہ کا دن آیا تو مولانا خالد سیف اللہ صاحب نل کے نیچے بیٹھ کر لنگی پہن کر نہانے لگے، نوجوان عالم بڑے خوبصورت آدمی ہمارے ملک کی وزیر اعظم بھی اس وقت نوجوان دوشیزہ تھیں اور نہرو کی بیٹی تھیں یہ آئیں اور انہوں نے مولانا کی پیٹھ پر

ہاتھ رکھ دیا کہ لاؤ مولانا میں آپ کی کمر مل دوں پیٹھ مل دوں مولانا خالد سیف اللہؒ نے اندرا گاندھی کو طمانچہ مارا یہ کوئی کہانی نہیں حقیقت ہے اور کہا بے وقوف، تو نامحرم ہے تو مجھے کیسے ہاتھ لگا سکتی ہے؟ مسلمان مرد یا عورت کسی نامحرم کو نہیں چھو سکتا، یہ اسلام میں حرام ہے لیکن ہمارے یہاں عجیب انداز ہے، ہم جب اپنی بچیوں کو رخصت کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دیکھ جیٹھ کو اپنے دیور کو خوش رکھنا اور جب وہ نہانے لگے تو اس کی پیٹھ رگڑنا ملنا استغفر اللہ یہ حرام ہے۔

دیور کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ **الحمو الموت** دیور موت ہے موت اور یہی حال جیٹھ کا بھی ہے عورت کو صرف اپنے شوہر کو چھونے کی اجازت ہے دیور اور جیٹھ کی کمر ملنا یا ہاتھ پیر رگڑنا اس کو مس کرنا اس کی شریعت میں بالکل اجازت نہیں، اسی سے بہت سارے فتنے پھیلتے ہیں اور یہ آج ہمارے معاشرے میں گناہ نہیں سمجھا جاتا عیب نہیں سمجھا جاتا بلکہ اس کو فخر سمجھا جاتا ہے اور اس کو عورت کی خوبی تصور کیا جاتا ہے۔

افسوس کی بات تو یہ ہے کہ لوگ فخر یہ بیان کرتے ہیں۔ بھائی ہماری گھر والی ماشاء اللہ جیٹھ کی بھی خدمت کرتی ہے، دیور کی بھی خدمت کرتی ہے، فلاں صاحب کی بھی خدمت کرتی ہے حالانکہ ان کو چھونا بڑا گناہ ہے اور اس کو ہم لوگ عیب نہیں سمجھتے۔ یہ شریعت کے خلاف ہے اس کو بند کرنا چاہئے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی شادی

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے حضور ﷺ سے عرض کیا یارسول ﷺ میرے چہرے پر اور ہاتھوں پر ابٹن ملی ہوئی ہے، کیوں کہ میں نے نکاح کیا ہے تو حضور ﷺ نے کوئی شکایت نہیں کی، ناراض نہیں ہوئے اور ہمارے یہاں

اگر کسی سے تھوڑا سا تعلق ہے اور وہ شادی میں نہ پوچھے تو سینکڑوں قسم کی اس سے شکایت پیدا ہو جاتی ہے کہ کیسا آدمی ہے شادی کر لی اور ہمیں پوچھا نہیں اور حضور ﷺ کے خاص صحابی اور کیسے صحابی کہ حضور اکرم ﷺ کے گھر میں فاقہ ہے، آپ ﷺ مسجد میں آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، اے اللہ اپنی رحمت سے تو ہمیں رزق عطا فرما، پھر گھر جاتے ہیں اور حضرت عائشہ سے پوچھتے ہیں ام المؤمنین کہتی ہیں یارسول اللہ ﷺ اللہ اور اس کے رسول کے سواء گھر میں کچھ نہیں ہے پھر واپس مسجد میں آجاتے ہیں۔ پھر چلے جاتے ہیں پھر آتے ہیں چوتھی مرتبہ جب آپ گھر میں جاتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اونٹوں کی قطار لگی ہوئی ہے ہر اونٹ پر سامان لدا ہوا ہے، پوچھا کہ اے عائشہ یہ کہاں سے آیا، کہا یارسول اللہ ﷺ عبدالرحمٰن بن عوف نے یہ اونٹ آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں، فرمایا کہ کتنے ہیں کہا کہ سو اونٹ سامان سے لدے ہوئے ستو زیتون کا تیل اور اس زمانے کی جو قیمتی چیز ہوا کرتی تھیں، ہر اونٹ پر لدی ہوئی تھی، حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہیں ہی بھیجا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ کی جتنی بیویاں ہیں سب کے پاس سو سو اونٹ سامان سے لدے ہوئے بھیجے ہیں، تو حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور سجدہ ریز ہو گئے اور فرمایا، اے اللہ قیامت کے دن عبدالرحمٰن سے حساب نہ لینا، اتنے بڑے صحابی نکاح کرتے ہیں تو حضور کو بلاتے نہیں ہیں، لیکن ہمارے یہاں آج عجیب وغریب حالات ہیں کہ آج ہمیں سادگی سے نکاح کرنے میں عار آتی ہے، شرم آتی ہے توہین محسوس ہوتی ہے، ہماری عورتیں اور ہم یہ کہتے ہیں کیا ہم اپنے بچوں کی شادی اس طرح کریں جس طرح لاوارث اور یتیم بچوں کی شادی ہوتی ہے ہم ایسی شادی نہیں کریں گے اور حضور ﷺ کی شادی بھی عجیب وغریب ہوئی یہ ہمارے لئے نمونہ عمل ہے۔

حضرت خدیجہؓ سے نکاح

حضورا کرم ﷺ کا پہلا نکاح ہوا ہے، حضرت خدیجہؓ سے، حضور ﷺ کی عمر پچیس سال حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال ہمارے یہاں اس کا الٹا ہوتا ہے، شوہر کی عمر پچیس سال تیس سال پینتیس سال اورلڑکی کی عمر اٹھارہ سال بیس سال لیکن حضورا کرم ﷺ نے یہ ثابت کر دیا اپنے طرز عمل اور اپنی سیرت مبارکہ سے کہ شادی عمر کی بنیاد پرنہیں ہوتی بلکہ شادی نیکی اور شرافت کی بنیاد پر ہوتی ہے، بعض لوگوں کو یہ اشکال ہے کہ صاحب عمر رسیدہ عورت سے شادی کریں گے تو اس سے بچے کہاں ہوں گے، لیکن دیکھئے اللہ کے نبی ﷺ کے جتنے نکاح ہوئے کسی سے اولاد نہیں ہوئی اور حضرت سید الطاہرہ خدیجۃ الکبریٰؓ سے آپ کی ساری اولاد ہوئیں تو معلوم ہوا کہ یہ نظریہ بھی غلط ہے۔ اصل یہ ہے کہ انسان عورت کے اندر شرافت تلاش کرے، حسن اخلاق انسان کی بنیادی خوبی ہے، آدمی یہ چاہتا ہے کہ میں بھی اچھا ہوں اور میری بیوی بھی اچھی ہو، میرے بچے بھی اچھے ہوں، میرے اہل وعیال دوست واحباب بھی اچھے ہوں، ان کی صورت شکل بھی اچھی ہو، ان کے اخلاق بھی اچھے ہوں، ان کے اعمال افعال بھی اچھے ہوں، ان کے پاس دولت بھی ہو سرمایہ بھی ہو معاشرے اور سماج میں ان کی عزت بھی ہو کہ ہر آدمی چاہتا ہو۔

حضور کا نکاح ابوطالب نے پڑھایا

حضورا کرم ﷺ کی شادی اس طرح ہوئی، حضرت خدیجہ نے پیغام بھیجا، حضورا کرم ﷺ کو کہ میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں، دو مرتبہ بیوہ ہوگئی تھیں، یہ تیسرا نکاح تھا، حضورا کرم ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے مشورہ کیا، انہوں نے کہا

کوئی حرج نہیں اس لئے کہ خدیجہ پورے معاشرے میں اور خاص طور سے مکہ میں نہایت شہرت یافتہ اور بہت زیادہ پاکیزہ عورت ہے، جن کو سیدہ طاہرہ کہا جاتا ہے، بیوہ ہوتے ہوئے نہایت پردہ دار خاتون بڑے بڑے لوگ اور بڑے بڑے سردار ان سے شادی کے خواہش مند تھے لیکن حضورا کرم، کی شرافت انہوں نے دیکھی تو نکاح کا پیغام دیا اب دیکھئے نکاح کیسے ہوتا ہے خدیجہؓ نے اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کو جو بہت مشہور عالم تھے اس زمانے کے ان کو بلایا اور حضور ﷺ کی طرف سے ابوطالب دو چار آدمی اور جمع ہوئے اور حضورا کرم ﷺ کا نکاح ہوگیا آپ ﷺ نے نہ کوئی نئے کپڑے پہنے نہ کسی قسم کی کوئی تقریب ہوئی، خواجہ ابوطالب نے اللہ کا نام لیا اور کہا کہ حمد وثناء کے بعد آپ تمام لوگوں کے سامنے فلاں فلاں صاحب کی گواہی میں اپنے بھتیجے کا نکاح خدیجہ سے کر رہا ہوں بس نکاح ہوگیا، حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نکاح ہوا وہ بھی کیسے کہ حضور نے فرمایا کہ ابوبکر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہے جبرئیل میرے پاس یہ پیغام لے کر آئے ہیں کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دو، تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں تو آپ کا بھائی لگتا ہوں اور میری بیٹی آپ کی بھتیجی ہے اور بھتیجی سے نکاح جائز نہیں ہے حضورا کرم ﷺ نے فرمایا کہ آپ سگے بھائی نہیں ہیں، خاندان اور قبیلہ کے اعتبار سے بھائی ہیں، اس لئے آپ کی بیٹی سے نکاح اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے، حضورا کرم ﷺ کو بلایا حضرت عائشہ فرماتیں ہیں کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھیل رہی تھی تو ان کو حضرت ام ایمن اور دوسری عورتیں بلا کر لائیں اور ان کو پاک صاف کیا اور کپڑے پہنائے اور حضورا کرم ﷺ کو بلایا ابوبکر صدیقؓ نے آپ کا نکاح پڑھا دیا میں نے اتنے مہر کے ساتھ اپنی بیٹی کو آپ کی نکاح میں دے دیا پس یہ تھا نکاح۔

شیخ زکریاؒ کا واقعہ

دوستو! آج تو یہ ضرورت پڑ رہی ہے کہ اجتماعی شادیاں کی جائیں بہت اچھا قدم ہے ان غریب اور نادار بھائیوں کے لئے جن کی بیٹیاں گھر میں بیٹھی ہوئی ہیں اور جن کے لئے کوئی نکاح کا سامان نہیں ہے، ایسے لوگوں کے لئے اس طرح کے اقدامات الحمدللہ وقت کی اہم ضرورت ہے، لیکن اگر اس ضرورت کو ہر آدمی سمجھے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے تو اس طرح کے حالات ہی پیش نہ آئیں، ہمارے اپنے اکابر اور حضرات علماء کرام ایسے بھی ہیں جو نہایت سادگی سے شادی کر رہے ہیں اور کرتے ہیں۔ فضائل اعمال آپ نے پڑھا ہے، سنا ہے، وہ حضرت شیخ زکریا صاحبؒ نے لکھی ہے، انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت مولانا سلمان صاحب سے کیا، کہیں سفر سے آئے تھے کپڑے میلے ہیں عصر کی نماز کے بعد سلام پھیرا تو مولوی سلمان پر نظر پڑی پہلے سے رشتہ طے ہوا تھا فرمایا کہ بھائی سب بیٹھ جاؤ، بیٹھ گئے کہا کہ سلمان کو بلا لو سلمان آئے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ نکاح ہو جائے، کہا حضرت الحمدللہ بس وہیں عصر کی نماز میں نکاح ہوا نہ مولانا سلمان صاحب نے غسل کیا نہ اچھے کپڑے پہنے نہ عطر لگایا نہ سہرا نہ کوئی رسم دعا ہوئی اور چلے گئے، گھر میں جاکر کہا والدین سے کہ حضرت نے نکاح پڑھا دیا گھر والوں نے کہا کہ بہت اچھا ہوا الحمدللہ، ہم اور آپ ہوتے تو سمدھی سے سینکڑوں شکایت کرتے رہتے کیوں جی کیا ہمارا بچہ یتیم ہے؟ ہمارے بیٹے کا نکاح ہو رہا ہے اور ہمیں خبر نہیں، لیکن وہاں کوئی شکایت نہیں مولانا سلمان صاحب کو اور گھر والوں کو اس کا علم نہیں کہ آگے کیا ہوگا، حضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ اپنی بیٹی کو کب بھیجوں گا، پس نکاح کر کے دعا کر کے بھیج دیا عشاء کی نماز کے بعد جب سب لوگ سوگئے راستہ چونکہ بازار میں

ہو کے نکلتا تھا جب بازار بند ہو گیا تو شیخ نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ بیٹی کو ذرا صاف ستھرے کپڑے پہنا دو کہا کیوں؟ کہا کہ سلمان کے گھر چھوڑ کر آجاتا ہوں کہا کہ دنیا والے کیا کہیں گے، آپ ایسی شادی کر رہے ہیں فرمایا کہ میں تو نبی کی سنت پر عمل کر رہا ہوں تمہاری بیٹی نبی کی بیٹی سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی، حضور نے نکاح کیا عشاء کے بعد اپنی بیٹی کو لیا اور حضرت علی کے گھر پر چھوڑ کر آگئے یہ ہے نکاح کتنا آسان طریقہ شیخ اپنی بیٹی کو لے کر گئے اور دروازے پر دستک دی مولانا سلمان صاحب نے دروازہ کھولا کہا حضرت اندر آیئے کہا کہ اب اندر آنے کی ضرورت نہیں آرام کا وقت ہے، یہ تمہاری امانت تمہیں مبارک ہو بچی کو اندر بھیج دیا اور خود واپس چلے آئے، کیا ہمارے اور آپ کے لئے مشکل بات نہیں؟ یقیناً مشکل ہے اس لئے ہم اس کو کرنا نہیں چاہتے اور جب کرنا چاہیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ آسانی ہو جائے گی، حضور اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب کا عجیب وغریب طرز عمل ہے، شادیوں کے معاملے میں آج بھی عربوں میں کوئی تکلف نہیں ہے ہمارے یہاں ایک برائی ہے تو آج ان کے دوسری برائی پیدا ہوگئی۔

شادی نہیں مطالبات کی فہرست

ہمارے یہاں یہ رسم ہے کہ جب تک لڑکی کے گھر والوں کی طرف سے اچھی طرح یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ہمیں فلاں فلاں چیزیں دیں گے جب تک ہماری ڈیمانڈ پوری نہیں کرتے، اس وقت تک ہم رشتے میں ہاں نہیں کرتے عربوں میں آج یہ رسم ہوگئی ہے، والد اپنی بیٹی کے نکاح سے پہلے یہ طے کرتا ہے کہ بتاؤ مہر میں کیا دو گے؟ دولاکھ تین لاکھ چار لاکھ ریال اتنا مہر لے کر اس میں سے تھوڑا سا پیسہ خرچ کر کے باقی رقم باپ اپنے پاس رکھ لیتا ہے، یہاں لڑکی والے پریشان ہیں وہاں لڑکے

والے پریشان، اسلئے کہ وہ بھی سنت کے خلاف اور یہ بھی سنت کے خلاف لیکن عربوں میں آج بھی یہ دستور ہے کہ اگر کوئی ان کی بیٹی کو پوچھتا ہے نکاح کے لئے تو وہ فوراً ہاں کہتے ہیں اور آج بھی ان کے یہاں کوئی رسم نہیں ہے، ہمارے یہاں نہ معلوم کیا کیا عورتیں رسمیں نکالتی ہیں، آج ہم اپنے معاشرے کو صحیح کر سکتے ہیں ضروری ہے کہ ہر آدمی نیت کرے کہ میں اپنے بیٹے کی شادی سنت کے مطابق کروں گا۔ تو الحمدللہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

بہت عرصے کی بات ہے، ڈاکٹر عبدالکریم صاحب ہیں جو لکسندر میں رہتے تھے، آج کل سعودی عرب میں مقیم ہیں، میرے مخلصین میں ہیں، ان کا ایک دن فون آیا کہ آپ عصر کی نماز کے بعد شیواجی نگر جمعہ مسجد میں آجائیں کیوں کہ عصر کی نماز کے بعد میرا نکاح ہے، میں نے کہا کہ آپ نے آج ہی کیوں اطلاع کی دو چار دن پہلے سے اطلاع ہونی چاہئے تھی کہا کہ کل ہی بات ہوئی ہے اور آج ہی سب دوستوں کو نکاح کے تعلق سے فون کیا ہے، نکاح ہوگا دعا ہوگی، اور بعد مغرب ولیمہ ہے، کوئی تقریب نہیں کوئی رسم نہیں کروڑ پتی آدمی ہیں اگر چاہتے تو لاکھوں روپئے نکاح میں خرچ کر سکتے تھے۔

مدراس کے قاضی کا واقعہ

آج جو مشکلات ہیں دوستوں وہ ہماری پیدا کی ہوئی مشکلات ہیں۔ دس بارہ سال پہلے مدراس میں ایک نکاح ہوا قاضی صاحب نے پوچھا شادی پر کتنا خرچ ہو رہا ہے، بتایا تیس لاکھ خرچ ہو رہا ہے، انہوں نے کہا ٹھیک ہے تیس لاکھ خرچ کر رہے ہیں میں نکاح پڑھا رہا ہوں شادی کا فاؤنڈیشن تو میں ڈال رہا ہوں مجھے کیا دو گے۔ جو آپ چاہیں وہ لے لیں، تو انہوں نے کہا مجھے آپ دس پرسینٹ دیدو یعنی تین لاکھ،

انہوں نے کہا کہ تین لاکھ روپئے لوں گا تب نکاح پڑھاؤں گا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کیسے آدمی ہیں کہ کوئی بھی آدمی اس طرح نہیں پوچھتا ہے، انہوں نے کہا کہ جس بے شرمی کے ساتھ یہ خرچ کر رہے ہیں، اتنی بے شرمی کے ساتھ میں بھی پوچھ رہا ہوں۔ آپ نے سارے انتظامات کر لئے اگر میں نکاح نہیں پڑھاؤں تو سب بے کار ہے اپنی ناک کا سوال تھا کہا منظور ہے، آپ نکاح پڑھایئے قاضی صاحب بھی ضرورت سے زیادہ ہوشیار تھے، قاضی صاحب نے کہا ایسا نہیں پہلے تین لاکھ روپئے لایئے تب نکاح ہوگا، چنانچہ قاضی صاحب نے تین لاکھ روپئے لئے اور پھر نکاح پڑھایا، کچھ لوگوں نے کہا قاضی صاحب کو پیسے نہیں مانگنے چاہئے کچھ لوگوں نے کہا بہت اچھا کیا، جب اتنے پیسے خرچ کئے تو اتنا دینے میں کیا حرج ہے۔

آدم علیہ السلام حوا علیہا السلام کا نکاح

دوستو! حضرت آدم علیہ السلام کا نکاح اللہ تعالیٰ نے اماں حوا علیہا السلام سے کیا تو دس مرتبہ درود شریف پڑھنا ہی ان کا مہر ہوگیا، حضور ﷺ کا نکاح ہوا معمولی سی تقریب منعقد ہوئی آج اگر ہم طے کر لیں کہ اپنے بچوں کی شادی نہایت ہی سادگی سے کرنا ہے تو خدا کی قسم کسی سے قرض لینے کی نوبت نہ آئے۔

بہرحال شہر کے اندر آج کل جو اجتماعی شادیوں کا نظم ہے یہ بہت اچھی چیز ہے، اور اس سے ضرورت مند لوگوں کی ضرورتیں پوری ہو رہی ہیں اور ہماری قوم کی بیٹیاں جو گھروں میں بیٹھی ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا انتظام کیا ہے جو حضرات اس میں لگے ہوئے ہیں، ان کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے اور ہر محلے میں ہر مسجد میں اس طرح کے اقدامات ہوں، تاکہ سادگی کے ساتھ نکاح ہو جائے، انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ پھر اس سلسلے میں عرض کیا جائے گا دعا فرمایئے کہ

ہمارے معاشرے اور سماج میں جو بن بیاہی بیٹیاں بیٹھی ہیں جن کے جوڑوں کا انتظام نہیں ہوا ہے اللہ تعالیٰ ان کا انتظام فرمائے اور قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

شرک قابل عفو نہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدَهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مَحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم. اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعاً اِنَّهٗ هُوَ الغَفُوْرُ الرَّحِيْم. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم.

مسلماں ہے توحید میں گرم جوش　　مگر دل ابھی تک ہے زُنار پوش
تمن، تصوف، شریعت، کلام　　بتانِ عجم کے پجاری تمام
حقیقت خرافات میں کھو گئی　　یہ امت روایات میں کھو گئی

بزرگانِ محترم نوجوانانِ اسلام اور عزیز طلبا! اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بخشش اور مغفرت کے لئے مختلف طریقے رکھے ہیں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں میرے بندے سے کوئی ایسا کام ہو جائے جو مجھے پسند آجائے اور میں اس کو بخش دوں اللہ تعالیٰ

بندوں کو عذاب دینے والے نہیں ہیں عذاب تو آخری درجے میں دیا جاتا ہے۔ جب آدمی چور بن جائے ڈاکو بن جائے قاتل بن جائے تبھی اس کو پولس کے حوالے کرتے ہیں، اور اگر آدمی شریفانہ زندگی گزارے تو اس کو کوئی پولس کے حوالے نہیں کرتا، کوئی اس کو روک نہیں سکتا، ٹوک نہیں سکتا، معاشرے کے اندر اس کی عزت ہوتی ہے، اسی طرح آخرت کی پولس کے حوالے اس کو کیا جائے گا، جو اللہ کا سخت نافرمان ہوگا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بہت ساری جگہوں پر عذاب آخرت کا ذکر فرمایا ہے اور سورہ ہود، سورہ بروج میں اللہ نے کھول کر بتادیا ہے کہ کس طرح سے جہنمیوں کو عذاب دیا جائے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب سے یہ دو سورتیں نازل ہوئیں میں ان کو پڑھ کر بوڑھا ہو گیا ہوں، آج کے دور میں تھوڑا عمل بھی اللہ کو زیادہ پسند ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں ایک کھجور کھا کر اور پانی پی کر پورا پورا دن جہاد کرتے تھے، دشمنوں کے خلاف ان کی تلواریں نیام سے باہر رہتی تھیں اور فاقوں پر فاقے ہوتے تھے، یہاں تک کہ کبھی دو دن، چار دن میں ایک مرتبہ تھوڑا بہت کھانا اگر مل بھی گیا تو وہ بھی اتنا کم کہ پیٹ بھر کر نہیں بلکہ اس میں بھی تین حصے، ایک حصہ کھانے کے لئے، ایک حصہ پانی کے لئے اور ایک حصہ خالی تاکہ غفلت نہ آجائے اور پھر یہ دین کا پورا پورا کام ان سے لیا جاتا تھا، دین کے کام میں کوئی تساہل نہیں، دین کے احکام میں کسی بھی طرح کی کاہلی نہیں، ہر اعتبار سے دین پر مکمل عمل کرتے تھے۔

حضرت حاذق الامتؒ کا ارشاد

ہمارے حضرت حاذق الامتؒ فرمایا کرتے تھے کہ آج کے دور میں آدمی اچھا کھالے اچھا پہن لے اور تھوڑے سے نیک عمل بھی کر لے تو بڑی بات ہے، اس لئے

کہ نیک اعمال کے مواقع آج پہلے سے بھی زیادہ ہیں، لیکن ان کو محفوظ رکھنا مشکل ہے، آج آپ بازار میں اگر بیٹھے ہیں تو سو فیصد سچ آپ مشکل سے بول سکتے ہیں، کہیں نہ کہیں آپ کی زبان لڑکھڑائے گی۔

کساد بازاری تو عام ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ایک زمانہ آئے گا کہ ہر چیز میں ملاوٹ ہوگی اور آدمی قسم کھا کر اپنے مال کو بیچے گا اور کہے گا قسم اللہ کی یہ مال بہت اچھا ہے، آج آپ دھنیا لے لیجئے، مرچ لے لیجئے، نمک لے لیجئے، نمک کے اندر کیا ملا سکتے ہیں۔ نمک کے اندر بھی آیوڈین آرہا ہے جو ایک طرح کا کیمیکل ہے، اور چاول پر پالش کے نام پر کیمیکل لگا رہتا ہے، ابھی انکشاف ہوا ہے کہ چائنا سے جو چاول آرہے ہیں، تو دونوں طرف چاول کا دانہ ہے، اور بیچ میں پلاسٹک جیسی کوئی چیز ہے؟ واللہ اعلم۔ بتائیے کس کا یقین کیا جائے؟

آج ملاوٹ عروج پر ہے

آج دنیا بڑی ہنرمند ہوگئی ہے کھانے کی چیزوں میں ملاوٹ اس قدر ہے کہ آج سے پہلے کوئی مثال دنیا میں نہیں ملتی ہے، ہر چیز میں ملاوٹ ہے یہاں تک کہ آٹے میں ملاوٹ، گھی میں اور تیل میں ملاوٹ، یہ تو آدمی کے کھانے کی چیز ہے، ابھی دو تین سال پہلے کی بات ہے تحقیقات سے پتہ چلا کہ بھینس کے چمڑے سے چائے کا پتہ تیار کیا جا رہا ہے، بتائیے یہ کساد بازاریاں اور دھوکہ بازیاں جس زمانے میں اس عروج کو پہنچ جائے کہ آدمی کو چاہتے ہوئے بھی اصلی چیز نہ ملے، نہ اس کی صحت باقی رہے گی، نہ اس کا ایمان باقی رہے گا۔ قرآن پاک کی آیت ابھی آپ کے سامنے پڑھی۔ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیْعاً اِنَّهُ هُوَ الغَفُورُ الرَّحِیْم. اس سے پہلے کا جو ٹکڑا ہے لاَ تَقْنَطُوْا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ. کہ اللہ کی رحمت سے انسان کو

مایوس نہیں ہونا چاہئے ۔آدمی سے جتنا عمل ہوسکتا ہے صحیح صحیح عمل کرتا رہے اور دعا مانگے کہ الہٰ العالمین مجھ میں اتنی ہی ہمت ہے، اس سے زیادہ ہمت عطا کرنیوالے آپ ہیں اگر ہوگئی تو اس سے زیادہ عمل کروں گا، اپنی نیکیوں پر کبھی بھروسہ نہ کرے، اپنے اعمال کو یہ نہ سمجھے کہ میری تو بہت ساری نیکیاں ہیں میں نے تو بہت زیادہ تہجد کی نمازیں پڑھی ہیں، میں نے تو بہت زیادہ سخاوت کی ہے، میرے تو بہت زیادہ شاگرد ہیں، میں نے تو بہت زیادہ کتابیں لکھی ہیں، میں تو بہت زیادہ متقی اور پرہیزگار ہوں، میں نے تو بڑے بڑے مدرسوں میں حدیث پڑھائی ہے، میں نے تو ساری زندگی چلّوں میں اور جماعت میں لگادی ہے، جب یہ حال ہوگا تو شیطان اچک لے گا۔

شیخ نوریؒ کا واقعہ

شیخ نوریؒ پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے پاس آتے ہیں، شیخ فرماتے ہیں کہ نوری تمہیں اللہ نے بہت علم دیا ہے، تمہیں علم پر بڑا فخر ہے، پہلے اپنے دل سے تعلّی اور عُجب نکال دو، پھر آکر میرے پاس بیٹھوتو فائدہ پہونچے گا، ہر چیز کی ایک بڑائی اور ایک تکبر ہوتا ہے، ٹیلر اگر کپڑا سینے میں ماہر ہوجائے تو اس کو فخر ہوجاتا ہے، میرے پاس کپڑے کہاں کہاں سے سلنے کیلئے آتے ہیں، میں اتنا ماہر ہوں، عمارت بنانے میں اگر انجینئر ماہر ہوجائے تو اس کو فخر ہوتا ہے، دنیا میں عمارتیں بنارہا ہوں، آدمی جب کسی فن میں مہارت حاصل کرلیتا ہے تو اس کے اندر تکبر غرور اور گھمنڈ آجاتا ہے اور یہ چیز اللہ کو ناپسند ہے تو شیخ نوریؒ نے کہا کہ حضرت علم دین حاصل کرتے کرتے بوڑھا ہوگیا ہوں اب اس علم کی بڑائی دل میں پیدا ہوگئی ہے یہ ختم نہیں ہوگی۔

ایک مرتبہ شیخ عبدالقادرؒ وضو بنارہے ہیں خادم پانی ڈال رہا ہے اور آپ ہاتھ دھورہے ہیں ایک لوٹا ختم ہوگیا پھر بھی ہاتھ دھل رہے ہیں تین لوٹے پانی ختم ہونے

میں ہے اور حضرت مستغرق ہیں کسی چیز میں اور پھر یک لخت تھوڑا سا پانی چلو سے چھینکتے ہوئے کہتے ہیں اے نوری کہہ دے کہ میں بلا دلیل اللہ کو ایک مانتا ہوں، خادم نے عرض کیا کہ حضرت کیا بات ہے؟ فرمایا مولانا نوریؒ جو آئے تھے ہماری خدمت میں اس کو حکم کیا ہے اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ عُجب اپنے دل ودماغ سے نکالو، آج ان کی موت کا وقت تھا، شکر ہے کہ اللہ نے ان کو بچالیا، مجھ پر اللہ تعالیٰ نے منکشف فرمایا میں نے دیکھا کہ شیطان ان سے سوال کررہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی دلیل کیا ہے؟ بتایئے میں اور آپ کتنی دلیلیں دے سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی شیخ نوریؒ نے جو دلیل دی شیطان نے اس کو کاٹ دی۔ پھر دوسری دلیل دی وہ بھی کاٹ دی، یہاں تک کہ تین سوساٹھ دلیلیں رد کردیں، شیخ نوری حیران تھے کہ اب ابلیس کو کیا کہوں شیطان بھی تو بڑا عالم ہے، تب حضرت نے ادھر سے فرمایا کہ اے نوری کہہ دے کہ میں بلا دلیل اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہوں، اللہ کو ایک ماننے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا واقعہ

ہندوستان میں سندھ ایک جگہ ہے، وہاں ایک صاحب نے اسلام قبول کیا اور وہ بہت بڑے عالم ہوئے، ان کا نام ہے حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ جن کا مزار ملتان میں ہے، میں حضرت کے مزار پر حاضر ہوا، بطل حریت تھے ہندوستان کی آزادی میں انہوں نے بگل بجایا اور انگریزوں کے چھکے چھڑادیئے، تحریک آزادی میں شیخ الہندؒ کے ساتھ تھے کسی نے کہا کہ حضرت آپ نے اللہ تعالیٰ کو کیسے پہچانا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لئے ہر چیز موجود ہے، کسی بھی چیز پر آپ غور کر لیجئے، اللہ تعالیٰ کو آپ ہر چیز سے پہچان لیں گے، زمین پر غور کیجئے کس طرح سے بچھادی گئی،

زلزلہ کیسے آتا ہے، تباہی کیسے مچ جاتی ہے، آسمان پر بادل کس طرح گرجتے ہیں، ستارے کس طرح چمکتے ہیں، اس آسمان کو کیسے پھیلا دیا گیا ہے، یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کو سمجھنے کے لئے ہی تو ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا، میں نے ایک چھوٹی سی چیز سے اللہ تعالیٰ کو پہچانا، میں نے شہتوت کے پتے سے اللہ کو پہچانا کہ بکری جب اس کو کھاتی ہے تو دودھ دیتی ہے، اور ایک باریک کیڑا اس کو کھاتا ہے تو ریشم پیدا ہوتا ہے، حالانکہ شہتوت کا پتہ ایک ہی ہے بکری کھاتی ہے تو دودھ دیتی ہے کیڑا کھاتا ہے تو ریشم بنتا ہے، تو میں نے سمجھ لیا کہ پتے میں کمال نہیں، پتے کے بنانے والے کے اندر کمال ہے، تو معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے اعمال پر گھمنڈ اور تکبر نہیں کرنا چاہئے۔

ایک بزرگ محدث کا واقعہ

ایک بہت بڑے عالم متقی اور پرہیزگار اور بڑے محدث کا انتقال ہوگیا جن کا ذکر حضرت شیخ نے بھی فضائل اعمال میں کیا ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے جب یہ حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ او بڈھے تو نے دنیا میں کیا؟ عمل کیا عرض کیا اے اللہ اتنی تلاوت کی اتنی نمازیں پڑھیں، فرمایا کہ قبول نہیں، کہا کہ اتنے روزے رکھے کہا کہ قبول نہیں، اتنے صدقات زکوٰۃ دیئے فرمایا کہ قبول نہیں، مالک ہے چاہے تو قبول کرے چاہے تو قبول نہ کرے، اللہ پر کسی کو اختیار نہیں ہے، کسی نے کہا ہے کہ پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے۔

مومن تو وہی ہے کہ اس کو اس کا رب پیار کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ او بڈھے تو نے دنیا میں کیا کیا اعمال کئے؟ محدث تھے، بہت بڑے عالم تھے عرض کیا یا الہ العالمین دنیا میں جو پڑھا تھا اس کے خلاف دیکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا پڑھا تھا؟ بزرگ نے عرض کیا میں نے حضور اکرم ﷺ کی حدیث پڑھی تھی کہ

حضور نے فرمایا پھر اسی حدیث کو صحابہ نے فرمایا، پھر اسی حدیث کو تابعین نے فرمایا، پھر تبع تابعین نے فرمایا، پھر اسی حدیث کو ائمہ اور علماء نے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ سفید داڑھی والوں سے شرماتے ہیں، لیکن میں یہاں الٹا دیکھ رہا ہوں کہ مجھ سے سوالات ہو رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے محبوب نے سچ کہا میرے محبوب کے صحابہ نے بھی سچ کہا۔ جبرئیل نے بھی سچ کہا، اور میں نے بھی سچ کہا، جاؤ تم کو میں نے اپنی رحمت سے بخش دیا۔

آج داڑھی اتنی بری لگتی ہے، جیسے جنگل کے جھاڑ جھنکاڑ ہوں، انگریز کی پیروی کرنے کیلئے تیار وہ لنگڑا کر چلنے لگے تو یہ بھی لنگڑا چلنے کیلئے تیار، وہ ننگا چلنے لگے تو یہ بھی ننگا چلنے کیلئے تیار، یہ جتنے کیمرے اور ڈانس اور کلب کھلے ہوئے ہیں سب وہی تو ہیں اور کیا ہیں؟ جس کی وجہ سے ہمارے نوجوان بگڑ رہے ہیں، داڑھی اللہ کے محبوب ﷺ کی اہم سنت سارے انبیاء کی سنت اور مسلمان داڑھی نہیں رکھتا۔ مسلم نوجوان داڑھی رکھنے سے بےزار، انگریزوں کی ہر چیز اختیار کرنے کے لئے تیار، آپ نے دیکھا ہے کہ کسی بش نے، کسی کلنٹن نے، کسی گورباچوف نے اور کسی فرانس کے صدر نے اور کسی جرمن کے صدر نے کبھی مسلمان کی طرح ٹوپی اوڑھی ہو، کبھی داڑھی رکھی ہو، خدا ناراض ہو جائے، خدا کا رسول ناراض ہو جائے مسلمانوں کو اس کی پرواہ نہیں، لیکن دنیا میں ترقی یافتہ اور اعلیٰ سوسائٹی والے کہلائیں تو کافی ہے۔ استغفر اللہ!

سفید بال ویزا ہیں

بوڑھے ہو جاتے ہیں، سفید بال خدا کی طرف سے ویزا ہے۔ ویزا کا مطلب ہے کہ اب اللہ کے حضور حاضر ہونا آپ کا طے ہے، ٹکٹ بن کر آرہا ہے، سفر آخرت پر آپ کو جانا پڑے گا۔ خوب ڈانس آپ کر لو خوب فیشن بنا لو، وہاں

تھوڑے ہی یہ سب دیکھا جائے گا قبر میں جب درے لگیں گے، تو پتہ چلے گا کہ میں بنگلور کا صدر تھا، چیئرمین پرسیڈنٹ تھا، گورنر تھا، وہاں کوئی رعایت نہیں ہوگی، وہاں تو اعمال کی بنیاد پر معاملہ ہوگا۔

دوستو! اللہ کی طرف ذرا سا بڑھ کر دیکھو کتنی رحمتیں آتی ہیں اللہ کی طرف ایک قدم بڑھاؤ تو سہی چھوٹا سا قدم بڑھاؤ مرتے وقت ایک آدمی کو احساس ہوا، افسوس میں نے زندگی ختم کرلی لیکن داڑھی کبھی نہیں رکھی بوڑھا ہوگیا ہوں اب کیا ہوگا اللہ کے دربار میں حاضر ہوں گا، تو اللہ تعالیٰ کیا فرمائیں گے؟ جیسے انسان کے مزاج میں تقویٰ پرہیزگاری ہے۔ ویسے ہی مکاری بھی ہے اور مرتے وقت اپنے گھر والوں سے کہنے لگا، گناہ تو اتنا بڑا ہوا کہ اس کا کوئی بدل نہیں ڈاڑھی پہلے سے رکھنی چاہئے تھی، اب موت کے وقت حسرت کررہا ہوں، اب کوئی فائدہ نہیں ہے، مگر ہاں تم لوگ اتنا تو کرسکتے ہو کہ جب مجھے نہلا دو اور کفنا دو تو میری داڑھی کی جگہ تھوڑا سے آٹا لگا دو تاکہ دور سے معلوم ہو کہ ڈاڑھی ہے گھر والوں نے وصیت کے مطابق آٹا لگا دیا کسی اللہ والے نے خواب میں دیکھا، تو پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا، کہا جب قبر میں منکر نکیر آئے اور سوالات شروع کئے تو میں نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی حالانکہ اللہ تعالیٰ سفید ڈاڑھی والوں سے شرماتے ہیں تم میری ڈاڑھی نہیں دیکھ رہے ہو تو فرشتے ہنسنے لگے فرشتوں کو معلوم تھا کہ یہ مکاری کررہا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ میرا بندہ رحمت کی امید لے کر آیا ہے، ڈاڑھی تو نہیں ہے لیکن ڈاڑھی والوں کے جیسا بن کر آگیا، میں نے اس کو قبول کرلیا، اس کی مغفرت کردی، لیکن دوستو! شیطان ہمارے کان میں ایک ہی بات کہتا ہے کہ ابھی تو جوان ہو، ابھی تو بہت عمر ہے، ابھی تو بیٹے کی بیٹی کی شادی بھی نہیں ہوئی۔ ابھی کیا رکھتے ہو، ذرا عمر ڈھلنے

دو، بوڑھا ہو جانے دو، اور بوڑھا ہونے سے پہلے ہی ملک الموت آجاتے ہیں کہ چلو صاحب آپ کا ٹکٹ آگیا، اور آپ کو جانا ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ چھوٹی چھوٹی باتوں پر مغفرت فرمانے والے ہیں، لیکن ضروری ہے کہ اعمال میں اخلاص ہو، چھوٹا سا عمل ہو لیکن اخلاص ہو۔ ایک واقعہ لکھا ہے کہ ابوبکر شاذلیؒ بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں، بڑی تنگی کا زمانہ بہت پریشان ایک آنہ ان کو حاصل ہوا، انہوں نے کھانے کے لئے ایک آنے کے کچھ دانے خریدے، اور بچوں میں اس نیت سے تقسیم کردیئے کہ اس کا ثواب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پہونچے، رات کو حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے، انہوں نے دیکھا کہ وہ دانے حضور ﷺ کے پاس رکھے ہوئے ہیں اور حضور ﷺ خوش ہو رہے ہیں اور فرمارہے ہیں شاذلی تو نے تنگی کے حال میں مجھے ثواب پہونچایا ہے، تم سے دل بہت خوش ہوا، آدمی کے اندر جتنا اخلاص ہوگا، للہیت ہوگی اللہ کو راضی کرنے کا جذبہ ہوگا اتنا ہی وہ عمل اللہ کو قبول ہوگا، دعا فرمایئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور صحیح معنوں میں ہمیں اپنے چہروں کو اپنے لباس کو، اپنے حالات کو، اپنی زندگی کو، اپنے اعمال احوال وافعال کو حضور اکرم ﷺ کے طریقے پر ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

قبلہ اول مسجد اقصیٰ پر یہودیوں کا قبضہ

دور حاضر میں عالم اسلام کا سب سے بڑا المیہ، مسلمانوں کیلئے لمحہ فکریہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. سُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

بابرکت ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ ہم آپ کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بلاشبہ وہ بہت سننے والا، بہت ہی دیکھنے والا ہے۔

بوئے یمن آج بھی اس کی ہواؤں میں ہے
رنگِ حجاز آج بھی اس کی نواؤں میں ہے

بزرگانِ محترم اور معزز مہمان! آج کے اس اہم اجلاس میں جس میں سر بر آوردہ شخصیات تشریف فرما ہیں۔ میں ایک اہم موضوع مسجد اقصیٰ کے تعلق سے کچھ ضروری معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں، آپ علیہ السلام جب مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو یہی حکم ملا کہ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھا کریں، چنانچہ سترہ (۱۷) ماہ تک آپ ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی، لیکن اس وقت تک بیت المقدس یہودیوں کے قبضہ میں تھا، جب حضرت عمر فاروقؓ کا دور آیا تو انہوں نے بیت المقدس کو فتح کیا پھر کچھ زمانے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل گیا، اور عیسائیوں نے حملہ کیا جن کا مقصد صرف بیت المقدس پر قبضہ کرنا نہیں بلکہ مغربی طاقتوں کے پیش نظر حرمین شریفین پر بھی قبضہ کرنا تھا، سلطان صلاح الدین ایوبی کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے ایک قائد ومخلص مجاہد ایک مرد غیب پیدا ہوا اس نے مسلمانوں کی منتشر طاقتوں کو یکجا کیا اور پوری قوت سے صلیبیوں پر ضرب کاری لگائی اور ان کو ایسی شکست دی کہ دوبارہ عالم اسلام پر یورش کی جرأت نہ ہوسکی اور بیت المقدس کو قبضہ میں رکھا، لیکن آج بڑے دکھ درد کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ بیت المقدس جس کی بڑی فضیلتیں وارد ہوتی ہیں اور پیغمبر اسلام علیہ السلام شب معراج میں تشریف لے گئے اور سارے انبیاء علیہم السلام کی آپ علیہ السلام نے امامت فرمائی، آج وہ بیت المقدس یہودیوں کے قبضہ میں ہے، خدا کرے کہ وہ دن آئے اور مسلمان امن وامان کے ساتھ بیت المقدس میں نماز پڑھ سکیں اور فضیلتیں حاصل کرسکیں۔

تین مساجد کا سفر

احادیث کے مطابق دنیا میں صرف تین مسجدوں کی جانب سفر کرنا باعث برکت ہے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی، بیت المقدس یا القدس فلسطین کے وسط میں واقع ہے جو مسلمانوں، عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک انتہائی مقدس ہے یہاں مسلمانوں کا قبلہ اول مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ واقع ہیں۔ اسے یورپی زبانوں میں یروشلم کہتے ہیں۔

یروشلم کا اصل نام

یروشلم کا عربی نام القدس ہے جسے قدیم مصنفین عام طور پر بیت المقدّس بعض بیت المقدِس لکھتے ہیں، دراصل اس سے مراد ہیکل (سلیمانی) تھا جو عبرانی بیت حمدقش کا ترجمہ ہے لیکن بعد میں اس لفظ کا اطلاق تمام شہر پر ہونے لگا، یہ مصنفین ایلیا کا لفظ بھی جو Aelia سے لیا گیا، بکثرت استعمال کرتے ہیں، انہیں اس کا قدیم نام Jerusalem بھی معلوم تھا جسے وہ یسلم اور یشلم بھی لکھتے ہیں، کتاب مقدس (بائبل سوسائٹی) میں اسے یروشلم لکھا گیا ہے۔ بیت المقدس سے مراد مبارک گھر یا ایسا گھر ہے جس کے ذریعہ گناہوں سے پاک ہوا جاتا ہے، اقصی عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ بہت دور کے ہیں، ایک صدی ق م میں جب رومیوں نے یروشلم پر قبضہ کیا تو انہوں نے اسے ایلیا کا نام دیا تھا، مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کا فاصلہ تقریباً تیرہ سو کلومیٹر ہے، بیت اللحم اور الخلیل بیت المقدس کے جنوب جبکہ رام اللہ شمال میں واقع ہے، بیت المقدس پہاڑیوں پر آباد ہے، انہی میں سے ایک پہاڑی کا نام کوہ صیہون جس پر مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ واقع ہیں، کوہ صیہون کے نام پر یہودیوں کی عالمی تحریک صیہونیت قائم کی گئی۔

سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بھتیجے لوط علیہ السلام نے عراق سے برکت والی سرزمین یعنی بیت المقدس کی طرف ہجرت کی تھی 620ء میں نبی کریم ﷺ جبریلؑ کی رہنمائی میں مکہ سے بیت المقدس پہنچے اور پھر معراج آسمانی کیلئے تشریف لے گئے۔ مسجد اقصیٰ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کے بعد تیسرا مقدس ترین مقام ہے۔

مقامی مسلمان اسے المسجد الاقصی یا الحرم القدس الشریف کہتے ہیں، یہ مشرقی یروشلم میں واقع ہے۔ یہ یروشلم کی سب سے بڑی مسجد ہے جس میں پانچ ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے جبکہ مسجد کے صحن میں بھی ہزاروں افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔

حضور ﷺ نے امامت فرمائی

حضرت محمد ﷺ سفر معراج کے دوران مسجد حرام سے یہاں پہنچے تھے اور مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کی نماز کی امامت کرنے کے بعد براق کے ذریعے سات آسمانوں کے سفر پر روانہ ہوئے۔

قرآن مجید کی سورۃ الاسراء میں اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گئی۔ جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے، اس لئے ہم نے اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

(سورۃ الاسریٰ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا کہ زمین میں سب سے پہلے کون سی مسجد بنائی گئی؟'' تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسجد حرام (بیت اللہ) تو میں نے کہا کہ اس کے بعد کونسی ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: مسجد اقصیٰ، میں نے سوال کیا کہ ان دونوں کے درمیان کتنا عرصہ ہے؟

تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ چالیس سال، پھر جہاں بھی تمہیں نماز کا وقت آجائے نماز پڑھ لو کیونکہ اسی میں فضیلت ہے۔ (صحیح بخاری)

حضرت یعقوب علیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق مسجد بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی بنیاد ڈالی اور اس کی وجہ سے بیت المقدس آباد ہوا، پھر عرصہ دراز کے بعد حضرت سلیمان (961ق م) کے حکم سے مسجد اور شہر کی تعمیر اور تجدید کی گئی، اسی لئے یہودی مسجد بیت المقدس کو ہیکل سلیمانی کہتے تھے۔

اسلامی عہد میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر

137ق م میں رومی شہنشاہ، ہیڈرین نے یہودیوں کو بیت المقدس اور فلسطین سے جلاوطن کر دیا، چوتھی صدی عیسوی میں رومیوں نے عیسائیت قبول کر لی اور بیت المقدس میں گرجے تعمیر کئے، جب نبی کریم معراج کو جاتے ہوئے بیت المقدس پہنچے اس وقت یہاں کوئی ہیکل نہ تھا، چنانچہ قرآن میں مسجد کی جگہ ہی کو مسجد اقصیٰ کہا گیا، 2ھ، 624 تک بیت المقدس ہی مسلمانوں کا قبلہ تھا، حتیٰ کہ حکم الٰہی کے مطابق کعبہ (مکہ) کو قبلہ قرار دیا گیا، 17ھ یعنی 639ء میں عہد فاروقی میں بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

بیت المقدس کے عیسائیوں سے معاہدہ صلح طے پانے اور مقدس شہر پر مسلمانوں کے قبضے کے بعد حضرت عمرؓ نے بیت المقدس سے روانگی کے وقت صخرہ اور براق باندھنے کی جگہ کے قریب مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا جہاں انہوں نے اپنے ساتھیوں سمیت نماز ادا کی تھی۔

جب حضرت عمرؓ نے اس علاقے کو فتح کیا تو یہاں کا دورہ کیا۔ عین اس جگہ پہنچنے کے بعد آپ نے کعب احبار سے پوچھا کہ ہمیں کس جگہ مسجد تعمیر کرنی چاہئے تو

انہوں نے کہا کہ اس پہاڑ کے پیچھے تعمیر ہونی چاہئے۔ مگر خلیفہ دوم نے جواب دیا کہ تعمیر اس پہاڑ کے سامنے ہوگی کیونکہ مسلمان ہمیشہ مساجد کے سامنے نماز ادا کرتے ہیں۔ تاریخ التباری میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے کعب الاحبار سے دریافت کیا کہ مسجد کہاں تعمیر ہونی چاہئے تو انہوں نے کہا کہ پہاڑ کے پیچھے، حضرت عمرؓ نے فرمایا میں مسجد کی تعمیر اس پہاڑ کے عین سامنے کروں گا جیسا کہ نبی آخرالزماں ﷺ نے اسے مسلمانوں کی تمام مساجد کے لئے قبلہ بنا دیا تھا۔

جب یروشلم کو فتح کیا گیا

جب خلیفہ دوم حضرت عمر کو یروشلم کی چابیاں دی گئیں تو اہل یروشلم نے خلیفہ کا استقبال نہایت جوش وخروش سے کیا، شہر میں داخل ہونے کے بعد خلیفہ دوم نے شکرانے کے نوافل کی ادائیگی کے لئے اہل علاقہ سے جگہ کی بابت دریافت کیا لوگوں نے آپ کی توجہ ایک گرجا گھر کی طرف دلائی لیکن حضرت عمر نے جو جواب دیا وہ قیامت تک اسلام کے فلسفہ کی روشن مثال ہے، آپ نے فرمایا کہ میں ہرگز گرجا میں نماز ادا نہیں کروں گا۔ مبادا کہ بعد میں آنے والے مسلمان اسے ایک فرض عمل نہ سمجھ لیں اور ہر گرجا گھر کو مسجد میں بدل نہ دیں، اس وجہ سے آپ نے وہاں نماز ادا نہ کی، حضرت عمر نے چند دن قیام کیا اور مسلمانوں کے لئے بلند جگہ پر مسجد کی تعمیر کی۔

آج یہ مسجد مسجد عمرؓ کے نام سے بھی جانی جاتی ہے۔ جب یروشلم فتح ہوا تو سیدنا عمرؓ نے ان سے کہا کہ مجھے مسجد داؤد اور محراب داؤد دکھاؤ کیونکہ اس کا ذکر قرآن میں ہے، انہیں اس مقدس جگہ کے دروازے پر لے جایا گیا جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے، وہاں عرصہ دراز سے صفائی نہ ہونے کے باعث گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جس کی وجہ سے داخلی دروازے کا راستہ بند ہو چکا تھا، حضرت عمر فاروق نے دائیں

اور بائیں دیکھا اور فرمایا کہ میں قسم کھاتا ہوں اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہی وہ مسجد داؤد ہے جس کا ذکر نبی اکرم ﷺ نے ہم سے کیا تھا۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے بدن کے کپڑوں سے اس جگہ کی صفائی شروع کردی۔ یہ دیکھ کر وہاں پر موجود مسلمان بھی آپ کی پیروی کرنے لگے۔ اس کے بعد آپ مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں پر نماز ادا کی اور تلاوت قرآن کی۔ اس طرح سے وہ عمارت ایک مسجد کے روپ میں آج بھی موجود ہے۔

مسجد اقصیٰ کی جدید تعمیر

اس دور میں بہت سے صحابہ نے تبلیغ اسلام اور اشاعت دین کی خاطر بیت المقدس میں اقامت اختیار کرلی، خلیفہ عبدالملک کے عہد میں یہاں مسجد اقصیٰ کی تعمیر عمل میں آئی اور سفر معراج پر قبۃ الصخرہ بنایا گیا، ۱۰۹۹ء (۴۹۲ھ) میں یورپی صلیبیوں نے بیت المقدس پر قبضہ کر کے ستر ہزار مسلمان شہید کردیئے، ۱۱۸۷ء (۵۸۳ھ) میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو آزاد کرالیا۔ خلیفہ عبدالملک نے مسجد اقصی کی تعمیر شروع کرائی اور خلیفہ ولید بن عبدالملک (۷۰۵ء تا ۷۱۵ء) نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر مکمل کی اور اس کی تزئین کی اور ابوجعفر منصور نے اس کی مرمت کرائی۔

صلیبیوں نے جب بیت المقدس پر قبضہ کیا تو مسجد اقصیٰ میں بہت ردوبدل کی گئی، انہوں نے مسجد میں رہنے کے لئے کمرے بنالئے اور اس کا نام معبد سلیمان رکھا، نیز متعدد دیگر عمارتوں کا اضافہ کیا جو بطور ضرورت اور اناج کی کوٹھیوں کے استعمال ہوتی تھیں، سلطان صلاح الدین ایوبی نے ۱۱۸۷ء میں شہر بیت المقدس فتح کر کے مسجد اقصی کو دوبارہ تعمیر کیا، مسجد اقصیٰ کے نام کا اطلاق پورے حرم قدسی پر ہوتا تھا جس میں سب عمارتیں جن میں اہم ترین قبۃ الصخرہ ہے جو اسلامی طرز تعمیر کے

شاندار نمونوں میں شامل ہے، وہ مسجد جو نماز کی جگہ ہے وہ قبۃ الصخرہ نہیں، لیکن آج کل قبہ کی تصاویر پھیلنے کی بناء پر اکثر مسلمان اسے ہی مسجد اقصیٰ خیال کرتے ہیں، حالانکہ فی الواقع ایسی کوئی بات نہیں مسجد تو بڑے صحن کے جنوبی حصہ میں اور قبہ صحن کے وسط میں ایک اونچی جگہ پر واقع ہے۔

زمانہ قدیم میں مسجد کا اطلاق پورے صحن پر ہوتا تھا امام ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ مسجد اقصیٰ اس ساری مسجد کا نام ہے جسے سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا اور بعض لوگ اس مصلی یعنی نماز پڑھنے کی جگہ کو جسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی اگلی جانب تعمیر کیا تھا اقصیٰ کا نام دینے لگے ہیں، اس جگہ میں جسے عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیر کیا تھا نماز پڑھنا باقی ساری مسجد میں نمام پڑھنے سے افضل ہے۔

اموی خلیفہ عبدالملک (685ء تا 705ء) نے قبۃ الصخرہ کی تعمیر مکمل کی اور مامون الرشید اور معتصم کے زمانے میں اس کی تجدید ہوئی، مشہور مسلمان جغرافیہ نگار مقدسی یروشلم میں 375ء میں پیدا ہوا تھا، وہ قبۃ الصخرہ کے بارے میں لکھتا ہے یہ ایک ہشت پہلو عمارت ہے، اس کے چار دروازے ہیں جن تک سیڑھیوں کے ذریعے پہنچا جاتا ہے، اندرونی حصہ تین اہم مرکز دالانوں میں منقسم ہے جن کے ستون سنگ مرمر کے ہیں، اس کے وسط میں صخرہ ہے اور اس کے نیچے غار ہے جس میں ستر آدمی سما سکتے ہیں۔ صخرہ کے گرد ستونوں کا حلقہ اسے باقی حصوں سے جدا کرتا ہے، اس کے اوپر ایک دریچے دار ڈھول نما ایک خوبصورت گنبد کو اٹھائے ہوئے ہے، گنبد کی چھت تک بلندی 100 باع (سوا سو گز) ہے، گنبد لکڑی کے تین چوکھٹوں کا بنا ہوا ہے، نیچے والے پر سنہری تانبا چڑھا ہوا ہے، دوسرا لوہے کی سلاخوں کا ہے اور تیسرا لکڑی کا، جس پر دھات کے پترے چڑھے ہوئے ہیں۔

بیت المقدس پر یہود کا قبضہ

پہلی جنگ عظیم دسمبر 1917ء کے دوران میں انگریزوں نے بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کرکے یہودیوں کو آباد ہونے کی عام اجازت دے دی، نومبر 1947ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کر دیا اور جب 14 مئی 1948ء کو یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا تو پہلی عرب اسرائیل جنگ چھڑ گئی، اس جنگ کے نتیجے میں اسرائیلی فلسطین کے 78 فیصد رقبے پر قابض ہوگئے، تاہم مشرقی یروشلم (بیت المقدس) غرب اردن کے علاقے اردن کے قبضے میں آگئے، تیسری عرب اسرائیل جنگ (جون 1967ء) میں اسرائیلیوں نے بقیہ فلسطین اور بیت المقدس پر بھی تسلط جمالیا۔ یہودیوں کے بقول 70ء کی تباہی سے ہیکل سلیمانی کی ایک دیوار کا کچھ حصہ بچا ہوا ہے جہاں دو ہزار سال سے یہودی زائرین آکر رویا کرتے تھے، اسی لئے اسے دیوارِ گریہ کہا جاتا ہے۔ آج بھی یہود لوگ اسی دیوار کے نیچے پہنچتے ہیں۔

یہود دنیا کی ذلیل ترین قوم

اقوام عالم کی تواریخ کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واشگاف ہوجاتی ہے دنیا کی تمام قوموں میں یہودیوں جیسی ذلیل اور بدتر قوم دنیا میں کوئی نہیں گذری یہودیوں نے جب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے پیروؤں کے ساتھ ناروا سلوک کیا تو اس کے بعد سے اور بھی ذلیل وخوار ہوئے چنانچہ قوم عیسائی اور اس کی قائم کردہ سلطنتوں نے یہودیوں کے ان مظالم کی وجہ سے جو انہوں نے عیسائیوں کے ساتھ کیا عیسائیوں نے ایک ایک ظلم کا گن گن کر حساب لیا اور عرصہ حیات ان پر

تنگ کر دیا اور کسی بھی عیسائی ملک میں ان کو چین وسکون کبھی نصیب نہ ہوسکا کیونکہ ان کی شیطنت اور فسادی ذہنیت ہر جگہ کارفرما رہتی ہے، لندن ہو کہ فرانس امریکہ ہو کہ جرمن ہر جگہ یہودیوں کا قتل عام ہوا کہیں بھی ان کو عزت کی روٹی مل نہیں سکی، وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر اس قوم کو کوئی اپنے ملک میں پناہ دے دیتا اور تجارت وغیرہ کی اجازت دے دیتا تو اسی ملک کو کھوکھلا کرنے کے درپہ ہوجاتے اور بارہا کے تجربوں سے لوگوں کو ان کی تخریب کاری کا مکمل علم ہوچکا تھا، چنانچہ جب فرانس سے ان کو نکالا گیا اور جرمنی میں پہونچے تو جرمنیوں نے بہت برا سلوک ان کے ساتھ کیا، اور بڑی ذلتوں اور رسوائیوں کا ان کو سامنا کرنا پڑا، عیسائی پادریوں نے ان سے حلف لینے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ یہودیوں کو ننگے پاؤں سور کی کھال پر کھڑا کر کے یہ الفاظ کہنے پڑتے۔

اگر جھوٹ بولوں تو خنزیر کی یہ خون آلود کھال میرے جسم کے ساتھ لپٹ جائے، اس کا گوشت میری ماں کا گلا گھونٹ دے، اگر میں جھوٹ کہوں تو اس سور کا سر میری بیٹی کا سر بن جائے، اگر سچ نہ بولوں تو اس سور کا خون تین پشت تک میری بچوں کی پیشانی پر جھلکتا رہے۔

یہودیوں کی تذلیل

یہودیوں کو اس کے علاوہ یہ اقرار بھی کرنا پڑتا تھا کہ ”میں نجس یہودی ہوں جس کے آباء واجداد نے سچے مسیحا کو صلیب چڑھایا تھا میں آوارہ ہوں میرا کوئی گھر نہیں، میرا کوئی وطن نہیں۔ سوائے اس کے جو عیسائیوں کی مہربانی سے مجھے نصیب ہوا ہے، میں ذلیل ہوں اور تمام بنی نوع انسان کی ذلت کا صرف باعث ہی نہیں بلکہ اس کی تباہی کا سامان بھی ہوں، میں کنوؤں کے پانی میں زہر ملاتا ہوں، طاعون پھیلاتا ہوں، عیسائی بچوں کا خون بہانے کے لئے ان کے قتل کو بھی جائز سمجھتا ہوں، میری

عورتیں طوائفیں ہیں اور میرا انجام دائمی جہنم ہے کیونکہ میں چرچ اور تمام نیک عیسائیوں کا بدترین دشمن ہوں) برطانیہ، فرانس اور جرمنی میں ذلتوں اور رسوائیوں کے بعد پولینڈ پہونچے وہاں ان کو آبادکاری کے لئے زمینیں مل گئیں اور اپنے آبائی پیشے سودی کاروبار اور سودی قرضہ کیوجہ سے کافی دولت اکٹھا کی اور اپنی الگ کالونی بنا لی، اور مقروضوں سے قرضہ ادانہیں ہوسکا تو مزید نفرتیں پیدا ہونے لگیں، بالآخر ان کی کالونیاں نذر آتش کردیں اور بہتوں کو قتل کیا بہت بھاگ گئے، اور جو بچ رہے وہ ذلت کے ساتھ زندگی گذارتے رہے، پھر یہ بدبخت قوم ترکی پہونچی اور ان کو بہت سہولیات دی گئیں تو دوسری جگہ کے یہودی بھی آنے لگے مگر راستہ میں عیسائی ان کو مارڈالتے اور سامان لوٹ لیتے اور عورتوں کی بے حرمتی کرتے تھے، یہ قوم حد سے زیادہ پٹی اور پسی ہے تاریخ گواہ ہے جس ملک نے اس بدبخت قوم کو پناہ دی اس ملک کے ساتھ ایسی غداری کی جس کی سزا سالوں تک بھگتنی پڑی، چنانچہ جرمنی نے ایک زمانہ میں ان کو رہنے کی اجازت دی تو آہستہ آہستہ اس نے رسوخ حاصل کرلیا، حتیٰ کہ سرکاری ملازمتیں اور بڑے بڑے عہدوں پر بھی فائز ہوگئے۔ اور وہاں کے وزیر اعظم کو احسان کے بوجھ تلے دبا کر قوم کا خون چوسنے لگے، اور جب قوم نفرت کرنے لگی تو اسے سرکاری ملازمتوں کے ذریعہ حکومت کے رازوں تک رسائی حاصل کرکے دشمن ملک سے بھاری قیمت پر فروخت کرنے لگے، اور اس طرح اس ملک کو کھوکھلا کرنے لگے اور باہر ملک سے اپنی حفاظت وبقاء کے لئے طاقت بھی حاصل کرنے لگے اور جنگ عظیم اول یہودیوں کی اسی سازش کا نتیجہ تھی لیکن جب ہٹلر کا دور آیا، اس نے ان کو ایسا سبق سکھایا اور یہودیوں کا ایسا قتل عام کیا جس کو یہ صدیوں نہ بھلا سکیں گے۔ اور ان یہودیوں نے بھی جرمن کو پندرہ سال تک سر اٹھانے کا موقع نہ دیا۔ لیکن

یہودی اتنا پٹنے اور ذلیل ورسوا ہونے کے باوجود کبھی اپنی شرارت سے باز نہ آئے اور اپنے اس منصوبہ کی تکمیل کیلئے کہ ان کو پوری دنیا پر حکومت کرنی ہے، مکمل کوشاں رہے اور آج دنیا کے اندر جتنی بھی جنگیں ہورہی ہیں، وہ سب انہیں یہودیوں کی سازش کا نتیجہ ہیں، چونکہ یہ بے پناہ ذہین اور شاطر قوم ہے، اس لئے ہر میدان میں یہ سب سے آگے ہیں، خواہ تجارت ہو یا سیاست تعلیم ہو یا پریس اور میڈیا سب ان کے قبضہ میں ہے سوائے چند کے ایک کو دوسرے سے لڑانے کا یہ اچھا ہنر جانتی ہے اور ہر ایک کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بھی بڑھاتی رہتی ہے کوئی بھی ملک جیتا ہے، فائدہ اسی قوم کا ہوتا ہے اور مفتوح ملک کی جو امداد کردیتی ہے بعد میں پائی پائی وصول کرلیا کرتی ہے۔

آج دنیا میں جو اقتصادی بحران پیدا ہوگیا ہے، لوگ بھوک مری کا شکار ہورہے ہیں، وہ سب اسی بدبخت قوم کی بدترین سازش ہی کا نتیجہ ہے یہ کسی بھی قوم کے دوست نہیں خواہ مسلمان ہوں یا عیسائی ہر ایک ان کے ازلی دشمن ہیں، ہر ایک کو اپنا غلام بنانے اور اس کو قتل کرنے کے درپے ہیں، چنانچہ ان کا یہ منصوبہ ہے ''دنیا کی تمام مملکتوں میں ہمارے علاوہ مزدور اور محنت کش طبقہ رہ جائے چند ایک کروڑ پتی بھی ہوں جو صرف ہمارے مقاصد کے لئے کام کرتے ہیں۔

مغرب کی اسلام دشمنی کا تازہ نمونہ

14 رستمبر 2006ء کو پوپ بینڈکٹ نے اپنے دورے کے آخری دن جرمنی کی یونیورسٹی آر یجنسبرگ میں منعقدہ جلسہ عام کو خطاب کرتے ہوئے اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں نہایت جاہلانہ وگستاخانہ بیان دیا اور جہاد کا ذکر کرتے ہوئے 14 ویں صدی عیسوی کے بازنطینی حکمراں مینویل دوم کے اس بیہودہ قول کو دہرایا کہ مجھے بتاؤ کہ محمدؐ جو کچھ لائے تھے اس میں کیا نیا تھا، اس میں تم جو چیزیں پاؤ

گے صرف شیطانی اور غیر انسانی ہیں ، انہوں نے اپنے عقیدہ کوتلوار کے زور سے پھیلایا پوپ کے اس گستاخانہ بیان پر پورے عالم اسلام نے شدید احتجاج کیا اور عیسائی دنیا کی اس ذہنیت کی مذمت کی کہ وہ صدیوں سے اسی ادھیڑ بن میں رہا ہے کہ کس طرح رسول اکرم ﷺ اور اسلام روشن چہرہ کو داغدار بنایا جائے۔لیکن وہ اپنی ہر کوشش ہر غلط بیانی اور تہمت تراشی میں ہمیشہ ناکام رہا ہے،اس وقت پوپ کے اس احمقانہ اور گھناؤنے بیان کے پیچھے صرف اس کی بیمار نفسیات نہیں جھلک رہی ہے بلکہ پورے یورپ اور امریکہ کی ذہنیت سامنے آتی ہے ، جو مغرب کی ننگی اور اوباش تہذیب کو مشرق پر غالب کرنے اور فکری ونظریاتی سطح پرنا کام رہنے کے بعد عسکری و فوجی قوت کے بل پر اسے مسلمانوں پر ٹھونسنے کی کوشش میں مبتلا ہے۔

دو دہائی قبل امریکہ میں ہنگٹن نے تہذیبوں کے تصادم کا نظریہ پیش کیا تھا اور دنیا کو یہ خبر دی تھی کہ بہت جلد یورپ کی تہذیب اسلام اور چین کی تہذیب کو شکست دے کر اسے اپنے اندر جذب کرلے گی ،مسٹر جارج بش اسی بدنام خواب کی تعمیر میں ہمہ تن مصروف تھے اور مشرق وسطی کو اپنی حیوانیت کی آماجگاہ بنائے ہوئے تھے،لطف یہ ہے کہ پوپ اپنی تاریخ کے جہالت سے بھرے ابواب اور حیوانیت کی داستانوں پر نظر ڈالنے کے بجائے کہتا ہے کہ اسلام کا دلیل وعقل سے کوئی واسطہ نہیں اور اسے تلوار کے زور سے پھیلایا گیا ہے شاید صلیبی جنگوں کے موقع پر پورے یورپ کا اپنی پوری حیوانیت کے ساتھ مشرق واہل اسلام پر ٹوٹ پڑنے کا قصہ پوپ کو یاد نہیں اور پھر ان جنگوں میں متواتر ان کی شکست اور پھر سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں ان کی شرمناک ہار کو بھی وہ بھول گئے شاید انہیں یہ بھی یاد نہیں یونان کا سارا علم وفلسفہ اور عقلیات کا دفتر یورپ کو پندرہویں اور سولہویں صدی میں مسلمانوں کی بدولت اوران

کی مہربانی سے انہیں حاصل ہوا شاید پوپ کو یہ بھی یاد نہیں کہ انہوں نے قرون مظلمہ میں اپنی مذہبی کتاب بائبل کو کس کس طرح دجل وتلبیس اور جھوٹی کہانیوں سے آلودہ کیا اور حضرت عیسیٰؑ کی شبیہ کو مسخ کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی بائبل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ مرتبہ چھپی اور ہر بار اس میں الٹ پھیر ہوتی رہی اور انبیائے کرام علیہم السلام کے کردار کو داغدار بنایا گیا۔

مسٹر پوپ کو زبان کھولنے سے پہلے ایک بار سوچنا چاہئے کہ وہ ایک ایسی ذات پر رکیک الزام عائد کرنے جارہے ہیں،جس کے ایک ایک لفظ ایک ایک عمل اور ایک ایک ہدایت کی اس کے جانثاروں نے جان سے زیادہ حفاظت کی ہے اور جس نے دلوں کو فتح کرکے اس دنیا کو امن وتہذیب کا گہوارہ بنایا ہے۔افسوس کہ آسمان پر تھوکنے والے کا جوانجام ہونا چاہئے وہی پوپ کا بھی ہوا جواب معافی مانگ رہا ہے جب کروڑوں انسانوں کے دل زخمی ہو چکے ہیں۔

اس لئے دوستو!اس قوم سے بہت ہوشیار رہنے اور بہت ہی احتیاط کرنے کی ضرورت ہے، اور اللہ سے دعا کریں کہ اللہ ہمیں اس قوم کی مکاریوں سے بچا اور صراط مستقیم پر گامزن فرما۔آمین ثم آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

☆☆☆

ٹیپو سلطان شہیدؒ کی بے مثال شخصیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ. فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِيْمَانِ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

معزز حاضرین مجلس بزرگو اور بھائیو!

کبھی کچھ درد رہتا ہے کبھی کچھ سوز رہتا ہے
ہمارے دل پہ صدمہ اک نہ اک ہر روز رہتا ہے

یہ فطری امر ہے کہ جس کے گھر میں چوری ہوتی ہے اسی کو سب سے زیادہ فکر ہوتی ہے، اس ملک پر ایک طویل عرصہ تک مسلمانوں نے حکومت کی اور ہر طرح کی

ترقی دے کر پوری دنیا کی توجہ اس کی طرف منعطف کردی اور ہندوستان کو سونے کی چڑیا کہلانے کا مستحق قرار دیا۔ کسی مغل شہنشاہ نے کہا تھا۔

اگر فردوس بروئے زمیں است
ہمیں است ہمیں است و ہمیں است

اگر روئے زمین پر کہیں جنت الفردوس ہے، تو بس یہی سرزمین ہندوستان ہے لیکن بدقسمتی سے جب انگریز کا ناپاک سایہ اس جنت نشاں ہندوستان پر پڑا اور آہستہ آہستہ تجارت کے بہانے سے وہ اس ملک پر قدم جمانے لگا، تو مسلمان مشتعل ہوئے اور بے شمار مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ اس دھرتی کی حفاظت کیلئے پیش کردیا۔

غیور فرماں روا

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی کے الفاظ میں سب سے پہلا شخص جس کو اس خطرہ کا احساس ہوا وہ میسور کا بلند ہمت، بلند نگاہ، اور غیور فرماں روا فتح علی خان ٹیپو سلطان تھا، جس نے اپنی بالغ نظری اور غیر معمولی ذہانت سے یہ بات محسوس کرلی کہ انگریز اسی طرح ایک ایک صوبہ اور ایک ایک ریاست ہضم کرتے رہیں گے اور اگر کوئی منظم طاقت ان کے مقابلے پر نہ آئی تو آخر کار پورا ملک ان کا لقمہ تر بن جائے گا، چنانچہ انہوں نے انگریزوں سے جنگ کا فیصلہ کیا اور اپنے پورے ساز وسامان وسائل اور فوجی تیاریوں کے ساتھ ان کے مقابلہ میں میدان میں آگئے، ٹیپو سلطان شہیدؒ نے مادر وطن ہندوستان کو انگریزوں کے ناپاک عزائم اور خود ان کے منحوس وجود سے پاک کرنے کے لئے اپنے ذاتی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر جس طرح نوابوں، مہاراجوں، بیرون ہند اسلامی ممالک کو متحد کرنے کی انتھک کوشش کی اس کی دور دور تک کہیں نظیر نہیں ملتی ہے۔

210 سال قبل جس حکمراں نے انگریزوں کے خلاف تلوار اٹھائی تھی، آزادیٔ وطن کی صدا لگائی تھی، جس کا نعرہ تھا ہندوستان صرف ہندوستانیوں کے لئے ہے، جو وطن سے محبت اور وفاداری کو ایمان کا درجہ دیتا تھا، جس کی حکمرانی کا واحد مقصد صرف اپنے وطن کی آزادی کا تحفظ تھا، جو تازندگی ہندو مسلم اتحاد کا عظیم علمبردار رہا، جو آزادیٔ وطن کی خاطر انگریزوں سے جنگ لڑتے لڑتے شہید ہو گیا، جس کی اولادیں صرف اس لئے یرغمال بنائی گئیں کہ کہیں آزادی کی آگ پھر نہ بھڑک اٹھے۔ جنگ آزادی کا عظیم مجاہد فتح علی خاں ٹیپو واحد حکمراں تھا جس کی بہادری، دلیری، دور اندیشی، وطن دوستی، تدبر، اسلامی جذبے اور سائنٹفک نظریے سے انگریز بری طرح خائف تھے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر ٹیپو سلطان برسر اقتدار رہا تو پھر ہندوستان پر سلطنت برطانیہ کا پرچم بلند نہیں ہو سکتا، لہٰذا انگریزوں نے بڑی مکاری، عیاری اور سیاست سے میسور کے اس شیر کا شکار کر لیا جس کا قول تھا کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے اور اسی مقولہ کی تشریح میں اپنی پوری حیات صرف کر دی، جس کی بہادری اور جوانمردی کا عالم یہ تھا کہ انگریز اس کے جیتے جی ہندوستان کو اپنا کہنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے، برطانیہ میں عورتیں اور بچے اس کی شجاعت و دلیری سے خائف تھے عورتیں اپنے بچوں کو سلانے کیلئے ٹیپو سلطان کا نام لے کر ڈرا کر سلایا کرتی تھیں، اس شیر دل شجاع نے اپنی زندگی میں انگریزوں کے ناپاک تسلط کو تسلیم نہیں کیا۔

ٹیپو سلطانؒ کی خدمات

لیکن افسوس ہے برادران وطن پر کہ کھلی ہوئی تاریخ کو جھٹلاتے ہیں۔ چنانچہ مجاہدین آزادی کی تاریخ کو جھٹلاتے ہوئے کرناٹک کے وزیر تعلیم شنکر مورتی نے بڑی

بے شرمی سے کہا ہے کہ ٹیپو سلطان کو ملک کا ہیرو کہلانے کا قطعی حق نہیں ہے۔ ٹیپو سلطان کٹر ہندو مخالف حکمراں تھا، ٹیپو سلطان نے ہزاروں ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا، بے شمار مندروں کو منہدم کیا، وہ کنڑ زبان کا دشمن تھا، اس نے فارسی کو سرکاری زبان بنایا، عربی اردو کو فروغ دیا اور اپنی تلوار پر یہ عبارت کندہ کرائی کہ ٹیپو کا عزم دشمنان اسلام کو مارنا ہے۔

مجاہد اعظم ٹیپو سلطان کے خلاف ان زہریلے الزامات نے جہاں ہندوستانی تاریخ کی آنکھوں میں آنسو بھر دیئے ہیں وہیں ہندوستان کا سیکولر طبقہ بھی شرمسار ہے اور ہندوستانی مسلمان بے بسی کا پیکر بنے ہندوتوا اور فسطائی سیاست کے گرگٹ کی طرح بدلتے رنگ کو دیکھ رہے ہیں۔ ستم تو یہ ہے کہ جس سرزمین پر ٹیپو سلطان کی شہادت کے لاکھوں چھینٹے ہیں، جس سرزمین کے چپے چپے آزادی کے سورمائے اول ٹیپو سلطان کی حب الوطنی، ہندو مسلم دوستی اور بے مثال قربانیوں کے گواہ ہیں۔ ٹیپو سلطان شہید کے محل کے ساتھ دو عظیم الشان مندر آج بھی ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب، ٹیپو کی رواداری انسان نوازی قومی یکجہتی اور ہندو دوستی کا جیتا جاگتا آئینہ ہیں، لیکن ستم تو یہ ہے کہ آج اسی سرزمین کرناٹک میں آزادی کے اس عظیم ہیرو اور میسور کے شیر کو اسی طرح گھیرا ہے جس طرح انگریزوں نے گھیر کر شکار کیا تھا اور ہندوستان میں اپنے قدم جمائے تھے۔ ہندوتوا کی علمبردار قوتیں اپنے مقاصد کی خاطر ہندوستان کے اس عظیم مجاہد کی خدمات کو مثال بنانے کے بجائے اس کے دامن پر ہندو دشمنی کے دھبے لگا رہی ہیں، حالانکہ اس مجاہد کو مثال بنا کر گاندھی جی نے اپنے اخبار ینگ انڈیا کے ذریعہ ہندو مسلم اتحاد مہم چھیڑی تھی، لیکن آج کے بھگوا سیاست داں ٹیپو سلطانؒ کو ہندو دشمن بنا کر ملک

کونقصان عظیم سے دو چار کرنا چاہتے ہیں اور مجاہدین آزادی کی تاریخ کو مسخ کر کے یہاں کی گنگا جمنی تہذیب کو آگ لگانا چاہتے ہیں۔

1707ء میں اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وفات کے بعد مغلیہ سلطنت کا زوال شروع ہوگیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے ایک وسیع و مستحکم سلطنت انتشار کا شکار ہوگئی، انگریزوں کی تجارت، سیاست پھر حکومت میں تبدیل ہونے لگی، سینکڑوں راجے، رجواڑے نوابیں خود مختار بن بیٹھے، اسی دور کشاکش میں جنوب کے دور دراز علاقہ کولار میں 1722ء میں حیدر علی خاں پیدا ہوئے، گوکہ حیدر علی فوج میں ایک معمولی سپاہی تھے مگر اپنی دانائی، اولوالعزمی اور بہادری کے باعث ترقی کرتے ہوئے 1761ء میں ریاست میسور کے تخت وتاج کے والی بن گئے، ان کی سلطنت 80 ہزار مربع میل پر پھیلی ہوئی تھی، حیدر علی خاں کے بہادر سپوت کا نام فتح علی خاں ٹیپو تھا، ٹیپو 1752ء میں شہر گلستان بنگلور سے 32 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع قصبہ دیونہلی میں پیدا ہوئے، کہتے ہیں فتح علی خاں کی پیدائش حضرت ٹیپو مستانؒ ولی ارکاٹ کی دعاؤں کا ثمرہ تھی، اسی مناسبت وعقیدت کی وجہ سے ٹیپو ان کے نام کا جز بن گیا، 1782ء میں نواب حیدر علی خان کے انتقال کے بعد فتح علی خاں ٹیپو تخت نشین ہوئے۔

حیدر علی کا انتقال

جس وقت حیدر علی کا اخیر وقت تھا اس وقت ٹیپو سلطان ایک مہم پر تھا والد صاحب کے خط پر واپس آنے کے لئے بائیں گھاٹ تک پہونچا تھا وہیں اس کو اطلاع دی گئی والد کے اس حادثہ وفات کی خبر سن کر وہ بے اختیار رونے لگا اور کہنے لگا کہ اگر اللہ تعالیٰ مزید کچھ دن میرے والد کو بقید حیات رکھتا تو انگریزوں کو ملک سے باہر نکال کر ہی دم لیتے۔ کاش اللہ تعالیٰ ان کو تب تک زندہ رکھتا۔ ٹیپو سلطانؒ نے ایک

بڑے ہی ناگفتہ بہ حالت میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تھی۔ سلطنت خداداد پر آس پاس کے نواب نظریں لگائے ہوئے تھے، اور ٹیپو سلطان کے ایک دوسرے بھائی کو جو ناتجربہ کار اور کم عقل تھا کچھ لوگ اس کو حکمراں بنا کر اپنی من مانی حکومت کرنا چاہتے تھے، مگر ٹیپو سلطان نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے کر ہندوستان کی تاریخ میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔

یہ وہ دور تھا جب سلطنت مغلیہ کا چراغ ٹمٹما رہا تھا، پرانے اقدار کروٹیں لے رہے تھے، نئے دور کی آمد آمد تھی، تاجر انگریز ہندوستان کا مالک بننے کی تگڑم لگا رہا تھا، ہندوستانی راجے، رجواڑوں، نوابوں کو آپس میں لڑا کر اپنی حکومت کی راہیں ہموار کرتا جارہا تھا، ایسٹ انڈیا کمپنی کا اقبال بلند ہو رہا تھا، انگریزوں کی عیاری، مکاری جدید تعلیم وسیاست ہندوستانی حکمرانوں کو سوتاژ کرنے میں اہم رول ادا کر رہی تھی، ٹیپو اتنے دور اندیش، ذہین اور زمانہ شناس تھے کہ انہوں نے بھانپ لیا کہ انگریز تاجر اپنی تجارت کے سائے میں ہندوستان پر تسلط قائم کرنا چاہتے ہیں اور ہندوستانیوں کو غلام بنانا چاہتے ہیں، لہذا ٹیپو اپنی تخت نشینی کے بعد سے ہی انگریزوں کے کٹر مخالف ہوگئے، انہوں نے انگریزوں سے 3 جنگیں لڑیں اور جب تک زندہ رہے انگریزوں کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ملی، مگر میسور کا شیر بالآخر انگریزوں کی سازشوں اور میر صادق، میر قاسم، میر قمرالدین، میر غلام علی لنگڑا، دیوان پورنیہ اور کشن راؤ جیسے نمک حرام وزراء اور افسراں کی غداری کی وجہ سے جال میں آگیا۔

ٹیپو سلطانؒ کی شہادت

5رمئی 1799ء میں سری رنگا پٹن میں انگریزوں سے دست بدست جنگ کرتا ہوا، ملک کا عظیم سپوت شہید ہوگیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. انگریزوں کی

ٹیپو سے نفرت دیکھئے کہ جب ٹیپو کی شہادت کی خبر ملی تو ان کی نعش مبارک کی شناخت کر کے ان کی داڑھی تراش لی گئی، انگریزوں نے نعرہ لگایا کہ ہندوستان کے وقار کی علامت میسور کے شیر کی مونچھیں اب سلطنت برطانیہ کے قبضہ میں ہیں۔

ہندوستانی عظمت کی علامت ٹیپو کی مونچھیں تراشنے پر تاریخ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے، 207 سال بعد اب ایک بار پھر تاریخ کی آنکھوں میں بے بسی کے آنسو ہیں، ملک وملت کے عظیم سپوت ٹیپو کو مطعون قرار دے کر ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کو داؤ پر لگایا جا رہا ہے۔

فسطائی عناصر کی سازش

میسور کا وہی شیر، ہندوستان کا مجاہد اعظم ٹیپو سلطانؒ ایک بار پھر سیاست اور فسطائیت کے نشانے پر ہے، آر ایس ایس، بی جے پی وفسطائیت نواز قوتیں اور ہندوتوا کی علمبردار طاقتیں پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ٹیپو سلطان کی حب الوطنی اور قربانیوں کو داغدار کرنے کے لئے میدان میں اتر چکی ہیں، منظر نامہ وہی ہے جہاں انگریزوں نے سازش وسیاست کے ساتھ میسور کے اس شیر کا شکار کر کے اپنی حکومت کی بنیاد کو استحکام بخشا تھا، اور اپنی غرض کی خاطر انگریز مؤرخوں نے نفرت وعصبیت کے ساتھ ٹیپو کو بدنام کیا، اب سنگھ پریوار اور فسطائی قوتیں بھی اسی کی تقلید کر رہی ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے انگریزوں کی تاریخ وسیاست کا سہارا لیا جا رہا ہے، ٹیپو سلطان جیسے مجاہد آزادی اور انسان دوست کا چہرہ ہندو دشمن بتایا جا رہا ہے، انگریزوں کی تقلید کرنے والا سنگھ پریوار اچھی طرح جانتا ہے، کہ اگر ٹیپو سلطان کی حب الوطنی اور قربانیاں داغدار نہیں ہوئیں، جنگ آزادی کی تاریخ کو مسخ نہیں کیا گیا تو پھر ہندوستانی مسلمان جنگ آزادی کی فہرست میں سرفہرست

رہیں گے، ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کا کردار بلند رہے گا، جس کی وجہ سے اس ملک میں ہندوتوا کا فروغ ناممکن ہے۔

اس لئے میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ سب کچھ امر اتفاقی نہیں بلکہ منصوبہ بند سازش کے پیش نظر ہے کہ مسلمانوں کو سیاست سے تو محروم رکھا ہی گیا ہے، اب ان کے اسلاف کی قربانیاں بھی فراموش کی جا رہی ہیں، ان کی تاریخ کو مسخ کیا جا رہا ہے کہ آنے والی نسلیں یہ سوچ بھی نہ سکیں کہ جنگ آزادی میں ان کے اسلاف کا کوئی کردار رہا ہے اور اس دھرتی کی حفاظت کے لئے انہوں نے اپنی جانیں قربان کر دی ہیں، آج مسلم حکمرانوں پر طرح طرح کے بیجا الزامات لگائے جاتے ہیں۔

ٹیپو سلطانؒ کی انسان نوازی کو کٹہرے میں کھڑا کرنے والے فسطائی عناصر جہاں ٹیپو کو ہندو دشمن، کٹر دشمن اور ہندوستان دشمن قرار دینے پر تلے ہوئے ہیں وہیں اب کرناٹک کے گریش کرناڈ جیسے دانشور بھی میدان میں اتر چکے ہیں، جن کا کہنا ہے کہ ٹیپو سلطان ایک سیکولر اور فرشتہ صفت حکمران تھے۔ ان کی شخصیت عظیم المرتبت تھی، ان کے ارادے بلند، صلاحیتیں حیرت انگیز تھیں، ان 17 سالہ مختصر دور حکومت میں میسور نے جتنی ترقی کی اس پر ہندوستان کو بجا طور پر فخر ہو سکتا ہے، ٹیپو سلطان اگر زندہ رہتے تو ہندوستان پر انگریزوں کے قدم نہیں جم سکتے تھے اور ہندوستان جو کل تک سونے کی چڑیا کہلاتا تھا وہ بہت پہلے سپر پاور بن جاتا اور یورپ وامریکہ سے آگے ہوتا، لیکن غدار وطن میر صادق اور میر حسین اور غلام لنگڑا اور پورینہ نے چند کوڑیوں کے لئے بے وفائی کی اور انگریزوں کی کاسہ لیسی کی اور ملک وقوم کو بیچ دیا اور رہتی دنیا تک اپنے لئے ذلت ورسوائی کی تاریخ رقم کر دی ہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ سلطان کی جوانمردی شجاعت وبہادری وطن دوستی بلند ہمتی اوالعزمی کو بھی تاریخ

ہمیشہ یاد رکھے گی، ایسا بہادر کہ جس نے باطل طاقتوں سے لڑتے لڑتے میدان میں اپنی جان قربان کر دی، مگر فرقہ پرست طاقتوں کو اس کی یہ خوبیاں نہیں بھاتی ہیں جس کی وجہ سے تاریخی شہادت کو جھٹلانے پر تلے ہوئے ہیں۔

ٹیپو سلطانؒ کا علم وحکمت

ہندوستان کے دانشوران بالخصوص کرناٹک کے اہل علم حضرات کہتے ہیں کہ فسطائی قوتیں کیا نہیں جانتیں؟ کہ ٹیپو سلطان کو علم وحکمت وسیاست سے لے کر عصری تعلیم وہنر وحرفت تک بہت سارے شعبوں میں شرف اولیت حاصل رہی، ٹیپو سلطان ایک بہترین سائنسداں کے ساتھ ساتھ بہترین اکاؤنٹنٹ بھی تھے، وہ تجارت اور بینکنگ کے بہت سارے اصولوں کے تحت حکومت کے خزانے کا احتساب بھی کرتے تھے، یہ ٹیپو سلطان کی اقتصادی اور معاشی فکر کا نتیجہ ہے کہ آج میسور کو سلک سٹی بھی کہا جاتا ہے، ٹیپو سلطان ملک کی ترقی کے لئے ایکسپورٹ، امپورٹ کو بھی ترجیح دیتے تھے، انہوں نے سلک کے فروغ کے لئے چین سے ریشم کے کیڑے درآمد کرائے تھے اور اہل میسور کی ٹریننگ کے لئے انہوں نے چین سے ریشم کے تجربہ کار کاریگر بلائے اور اپنے یہاں کے تاجروں کو ٹریننگ دلائی، میسور ڈیم جس سے بنگلور وغیرہ کو پانی سپلائی کیا جاتا رہا ہے یہ بھی ٹیپو کی جدید فکر کا نتیجہ ہے، میسور ڈیم کے پاس نصب پتھر میں ٹیپو نے فارسی میں لکھ رکھا ہے کہ اس کا ثواب سرکار دو عالم ﷺ کو پہنچے۔

اسی طرح سری رنگا پٹنم میں جامع الامور کے نام سے ایک یونیورسٹی بھی قائم کی جہاں بیک وقت دینی ودنیوی دونوں طرح کی تعلیم کا نظم تھا اور حکومت کی طرف سے ہر علم وفن کے ماہرین کو اعلیٰ تنخواہوں پر یہاں مقرر کیا گیا، اسی طرح بنگلور، بدنور، چتر درگ، اور سری رنگا پٹنم میں چار بڑے کارخانے قائم کئے جہاں ہتھیار سازی اور

برتنوں کے علاوہ گھڑی سازی اور قینچیوں کا کام بھی ہوتا تھا ان کارخانوں کے قیام سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ضرورت کی ہر چیز اب سلطنتِ خداداد میں تیار ہونے لگی، درآمدات پر انحصار کم ہونے لگا اور ہزاروں بے روزگاروں کے مسائل بھی حل ہو گئے ان کارخانوں میں ماہر کاریگر فرانس اور برطانیہ سے منگوا کر مقامی لوگوں کی رہنمائی و تربیت کیلئے بڑی بڑی تنخواہوں پر رکھے گئے۔

ٹیپو سلطانؒ کی وسیع القلبی

ٹیپو سلطانؒ کی وسیع القلبی اور جمہوری فکر ونظر کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے مجلس وطنی کے نام سے پارلیمنٹ بھی قائم کی تھی، سلطان ٹیپو اس پارلیمنٹ کی تشکیل کے ساتھ عوام کو بھی حکومت میں شامل کرنا چاہتے تھے، ٹیپو سلطانؒ کی خواہش تھی کہ میسور کے عوام حکومت کے معاملات میں اس حد تک دخیل ہو جائیں کہ وہ محض ایک آئینی حکمراں بن کر رہیں اور ریاست کی سرپرستی کریں، افسوس اہل میسور اور سلطنت کے رفقاء اس طرز حکومت، بلند خیالی وعالی ظرفی اور جمہوریت نوازی کا ساتھ نہیں دے سکے، سلطانؒ کا تجربہ ناکام ہو گیا اس ناکامی کے پیچھے بھی بدنام زمانہ غدار میر صادق کا ہاتھ تھا، حیرت کی بات یہ ہے کہ آج سے 214 سال قبل سلطان ٹیپوؒ نے ماحولیاتی کثافت کو دور کرنے کے لئے پیڑ لگائے اور پیڑوں کی حفاظت پر خصوصی دھیان دیا، بنگلور اور میسور کے بے شمار پارک اس بات کے گواہ ہیں، حیدر علی کے ذریعہ تعمیر شدہ لال باغ میں ٹیپو سلطان نے چین ودیگر ملکوں سے ایسے ایسے درخت وپودے منگوائے کہ جن کی ہوائیں مہلک بیماریوں کیلئے اکسیر کا کام کرتی ہیں، افسوس ان درختوں میں سے بہت سے درخت بلا وجہ کاٹ دیئے گئے، اور جن پر ٹیپو کے نام کی تختیاں تھیں ہٹا دی گئیں، یہ تعصب نہیں تو کیا ہے؟

ٹیپوسلطان شہیدؒ کی رعایا بڑی ہی خوشحال تھی، جس کی تعریف وتوصیف دشمن بھی کیا کرتے تھے، ایک انگریز مؤرخ نے سلطنت خداداد کی خوشحالی کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ ’’اگر آپ ایک نئے ملک میں داخل ہوں اور وہاں دیکھیں کہ شہر آباد ہیں زراعت عروج پر ہے، صنعت وحرفت ترقی کر رہی ہے، تجارت کو فروغ مل رہا ہے اور ہر کام سے رعایا کے خوشحال ہونے کا اندازہ ہو رہا ہے تو سمجھ لیں کہ حکومت عوام کی منشاء کے مطابق ہے بالکل یہی ٹیپو کی حکومت کا بھی نقشہ تھا اور میں نے اس کو اسی طرح پایا۔‘‘

1793ء میں تین کروڑ انگریزوں کو بطور تاوان جنگ ادا کرنے کے باوجود بھی بہت جلد اپنی حکمت عملی سے اقتصادی بحران پر قابو پالیا۔ بنگلور میں سلطانؒ کی روایت کا جادو آج بھی برقرار ہے، بنگلور کے لال باغ ودیگر پارکوں کے اطراف میں جڑی بوٹیوں کی آمیزش والے مشروب فروخت کئے جاتے ہیں، سلطان نے افزائش حیوانات کے لئے امرت محل نام سے ایک شعبہ قائم کیا تھا۔ اس شعبہ کے ذمہ گائے بیل، خچر، ہاتھی، گھوڑے کی عمدہ نسل کو فروغ دینے کا کام تھا۔ مگر یہاں بھی سلطان کی جدید فکر کی راہوں میں رکاوٹیں کھڑی کی گئیں، سلطانؒ سیکڑوں سال آگے دیکھ رہے تھے، سلطان کے خاص رفقاء اور مذہبی رہنماؤں کو اس بات پر سخت اعتراض تھا کہ اعلیٰ نسل کے عربی گھوڑے اور گدھے جیسی ادنیٰ نسل کے اختلاط سے نئی نسل کیوں پیدا کی جائے، یہ مشیت ایزدی میں مداخلت ہے، ٹیپوسلطانؒ واحد حکمراں تھے جو اپنی رعایا کو اعلیٰ تعلیم سے منور دیکھنا چاہتے تھے، وہ اپنے بیٹوں کو جدید تعلیم کے حصول کیلئے یورپ بھیجنا چاہتے تھے، سلطان کو مغربی علوم وفنون و ہنر کا بخوبی اندازہ تھا، اس سلسلہ میں اس نے فرانس سے بھی رابطہ قائم کیا، چنانچہ شہزادوں کی پیرس میں تعلیم کا سالانہ خرچ 40 ہزار قرار پایا، مگر افسوس یہ شہزادے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے

کے بجائے انگریزوں کے یرغمال بن گئے، انگریز نے ان کو بنارس لے جاکر شہید کردیا آج بھی قدیم قبرستان میں ان کے مزارات موجود ہیں۔ سلطان ٹیپوؒ کی وطن سے محبت دیکھئے کہ انہوں نے میسور کے عوام کو اپنے ملک کی چیزوں کو استعمال کرنے کی تلقین کی، اور اس کے لئے بہت سارے کارخانے بھی قائم کئے تاکہ بے روزگاری دور ہوسکے، سری رنگا پٹنم میں لوہے کے مراکز اسلحہ کارخانے کے علاوہ کاغذ کا ایک بڑا کارخانہ تھا، میسور میں بارود، شیشہ اور آلات موسیقی تیار ہوتے تھے، شہر کے قریب ہی سنگ تراشی کا بھی اعلیٰ پیمانہ پر نظم تھا چن پٹن میں شکر کے کارخانے کے علاوہ شیشے کے آلات بھی تیار ہوتے تھے، بنگلور میں بنکروں کی ایک بڑی ٹیم مختلف جگہوں پر صبح وشام مختلف قسم کے کپڑے تیار کرتی تھی۔

ہندوستان میں سودیشی تحریک کی ابتدا بیسویں صدی کے ابتدائی دور میں ہوئی جبکہ ٹیپوسلطانؒ اس کا آغاز 221 سال قبل ہی کرچکے تھے، سلطان ٹیپوؒ اپنے ایک رفیق خاص خواجہ اعتماد کو 21 دسمبر 1785ء کو لکھے گئے مکتوب میں رقم طراز ہیں ’’تمہاری فہرست ادویات میں بعض ایسے عطریات کے نام ہیں جو یورپین ملکوں کی پیداوار ہیں لہٰذا تم حکیم محمد بیگ سے مشورہ کرکے یہاں کی دیسی دوائیں تجویز کرو۔‘‘ سلطانؒ کی وطن کی مٹی سے محبت کے جنون کا اندازہ لگایئے کہ انہوں نے کالی کٹ کے تاجروں، باشندوں کو حکم دیا کہ جو بھی انگریز تاجر آئے اس سے خرید وفروخت نہ کرو بلکہ اپنی تیار کردہ اشیاء استعمال کرو، گاندی جی سلطان ٹیپوؒ کے اس نظریے سے بہت متاثر تھے، اسی نظریے کے تحت انہوں نے یہ تحریک بھی چلائی، آر ایس ایس کی تنظیم سودیشی جاگرن منچ جس تحریک کے دم خم پر اچھل کود رہا ہے، اس سودیشی تحریک کی بنیاد حضرت ٹیپوسلطانؒ نے رکھی تھی۔

ٹیپو کو اپنے وطن سے محبت تھی

الغرض ٹیپو سلطان کو اپنے ملک کی مٹی سے بے حد محبت تھی اسی طرح اپنی رعایا کو خوشحال صحت مند دیکھنا چاہتا تھا اسے باغات لگانے کا بڑا شوق تھا، چنانچہ فرانس سے ماہر باغبانوں کو میسور بلایا، دارالسلطنت اور بنگلور میں لال باغ بنوایا تھا بنگلور کا لال باغ تو آج بھی ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ کھجور کے علاوہ ان تمام پھلوں کی کاشت کی ممانعت کردی تھی جس سے شراب تیار ہوتی ہے۔ حالانکہ اس سے اس کو سالانہ اس زمانہ کے حساب سے ایک کروڑ روپئے کی آمدنی سے ہاتھ دھونا پڑتا تھا، لیکن اپنی رعایا کو شراب کے مضرات سے بچانے کیلئے اس نے اس خسارے کو بھی برداشت کیا۔ آج کی دنیا میں دفاعی اعتبار سے میزائل کو بڑی اہمیت وفوقیت حاصل ہے۔ مغرب کو میزائل سازی کی صنعت پر اجارہ داری حاصل ہے مگر اصل میں اس ٹکنالوجی کا موجد بھی ٹیپو سلطان ہی تھے، انہوں نے انگریزوں کے ساتھ جنگوں میں کثرت سے میزائل کا استعمال کیا تھا۔

صدر جمہوریہ ہند اور ملک کے عظیم سائنسداں ڈاکٹر اے پی جے عبدالکلام نے بارہا یہ بات کہی ہے کہ ہندوستان کے میزائلوں کا باوا آدم ٹیپو سلطان شہید ہیں، جس کے تاریخی سائنٹفک شواہد ہیں جن سے انحراف نہیں کیا جاسکتا، صدر محترم نے ماہرین دفاع کی ایک خصوصی ٹیم بنگلور وسری رنگا پٹن بھیجی تھی، اس ٹیم نے بھی تحقیق کے ذریعہ ٹیپو سلطان کے دور میں میزائل بنانے کی تحقیق کی ہے اور امریکہ سے بھی اس کی توثیق ہوچکی ہے، علاوہ ازیں صدر محترم مزید تصدیق وتحقیق کے ذریعہ دنیا کو بتادینا چاہتے ہیں کہ دنیا میں میزائل بنانے والا پہلا ملک ہندوستان ہے۔

ٹیپو میزائل کے باپ ہیں

صدر جمہوریہ نے اپنی سوانح حیات Wings of fire میں ٹیپو سلطان کی میزائل سازی کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، صدر جمہوریہ اپنی بایوگرافی میں رقم طراز ہیں کہ ایک بار میں ناسا کے ذریعہ منعقد راکٹ سازی کا جائزہ لینے امریکہ پہنچا تو وہاں جس چیز نے مجھے متوجہ کیا وہ ایک قدیم پینٹنگ میں جنگی مناظر تھے، پس منظر میں کچھ راکٹ بھی چل رہے تھے، لیکن جس چیز نے مجھے حیرت زدہ کردیا وہ اس پینٹنگ میں دکھائے جانے والے فوجی تھے جو گورے نہیں کالی چمڑی والے تھے غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ یہ ٹیپو سلطانؒ کی فوج تھی جو 17 ویں صدی کے اختتام میں ایسٹ انڈیا کمپنی سے جنگ لڑ رہی تھی، ڈاکٹر عبدالکلام رقم طراز ہیں کہ ''جب ٹیپو سلطان شہید ہوئے تو انگریزی افواج نے 700 تیار شدہ اور 900 غیر تیار شدہ میزائلوں کو اپنے قبضے میں لے لیا، پھر یہ میزائل انگلینڈ لے جائے گئے اور انہیں Re-Engineering کے عمل سے گزارا گیا۔ انگریزی افواج کے میجر ہلٹن کا کہنا ہے کہ ٹیپو کے دور میں سری رنگا پٹن میں بہترین توپیں ڈھائی جاتی تھیں جو ایسٹ انڈیا کمپنی سے زیادہ مار کرنے والی اور باصلاحیت تھیں۔

میسور میں جو توپیں تیار ہوتی تھیں ان کے دہانے انگریزی توپوں سے بڑے ہوا کرتے تھے اس لئے میسوری افواج گولہ باری میں ہمیشہ اپنے دشمنوں پر فائق رہتی تھیں، ٹیپو سلطانؒ کے توپ خانہ کی دور دور تک شہرت رہتی تھی، توپ خانوں کو کھینچنے کیلئے چالیس ہزار بیل رہتے تھے، سقوط سری رنگا پٹنم کے بعد انگریزوں کو جو مال غنیمت ہاتھ لگا اس میں ساٹھ ہزار بندوقیں، بارہ ہزار گولے، پانچ لاکھ گولیاں اور 920 دور مار توپوں کے علاوہ بے شمار بارود اور دوسرے اسلحے تھے۔

سلطان کی اسلحہ سازی

ٹیپوسلطان نے اپنی ذہانت سے ایسی ڈھالیں بھی تیار کرائی تھیں جس پر تیر یا گولے اثر انداز نہیں ہوتے تھے، ایسی بکتر بند گاڑیاں بھی بنائی تھیں جن پر گولیوں کا اثر نہیں ہوتا تھا۔غرضیکہ ٹیپوسلطانؒ اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں اسلحہ سازی میں ہمیشہ ممتاز ہی رہا۔ بہر حال ملک کے اس جانباز سپوت ٹیپوسلطانؒ نے نہ صرف ریاست میسور کو استحکام بخشا بلکہ ہندوستان کی عظمت میں چار چاند بھی لگائے اور اپنے دور اقتدار میں ہی ہندوستان کو عالمگیر شہرت کا حامل بنا دیا۔ اس زمانے میں میسور اسلحہ سازی کے میدان میں خود کفیل ہی نہیں تھا بلکہ دنیا سے بہت آگے نکل چکا تھا، کاش 5 مئی 1799 کا اندوہناک واقعہ پیش نہ آتا، شیر میسور غداروں، انگریزوں کی سازشوں کا شکار نہ ہوتا تو یقیناً اسلحہ سازی کے میدان میں ہندوستان دنیا سے آگے ہوتا اور دنیا کی تاریخ ایک نئے موڑ پر نظر آتی۔

مولانا ظفرعلی خاں نے پوری ملت اسلامیہ کی طرف سے سلطان کو اس کی شہادت پر خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ ؎

کہیں سوتے میں نہ کروٹ یہ مجاہد بدلے
اب بھی اس خوف سے ہیں لرزہ براندام سود
اس کے اٹھتے ہی مسلمان کا گھر بیٹھ گیا
تھا قیامت کا قیام اور قیامت کا قعود
قوت بازوئے اسلام تھی اس کی صولت
اسکی دولت کے دعا گو میں شامل تھے ہنود

سلطان کی شہادت کے بعد فرانسیسی فوجی جواب تک سلطان شہید کی طرف سے لڑ رہے تھے ہتھیار ڈال دیئے اور دارالسلطنت پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہوگیا، جنرل ہارس سلطان کی لاش کے قریب پہنچ کر فرط مسرت سے چیخ اٹھا کہ

آج سے ہندوستان ہمارا ہے

سلطان کیا شہید ہوا ملک کی آزادی کا ایک سنہرا اور آخری باب ختم ہوگیا۔ تاریخ نے پھر ایک بار کروٹ لی ہندوستان کی سیاسی موت ہوگئی ملک میں آزادی کا پرچم سرنگوں ہوگیا، وطن کا تابناک ماضی اور روشن حال اور پرامید مستقبل ان شہدائے حریت کی لاشوں میں دب گیا۔ اللہ تعالیٰ اس مرد مجاہد کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْن

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل

اور آپ کی شخصیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدَہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لاَّ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدِنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ. فَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مَنْ کُنْتَ مَوْلاہ فَعَلِیٌ مَوْلاہٗ اَوْ کَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلاَمُ.

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی

برادران اسلام، عزیز دوستو! تین شعبان سن چار ہجری میں حضرت علی و فاطمہ زہراؓ کے دوسرے فرزند ارجمند نے وحی و نبوت کے گھر میں آنکھ کھولی جب ولادت کی

خبر رسول اکرم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ علی و فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے اور اور اسماء سے فرمایا کہ بچہ کو لے آؤ اسماء بچہ کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لائیں آنحضرت ﷺ نے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، ابتدائی دنوں میں ولادت کے ساتویں دن وحی الٰہی کے امانت دار جبرئیل آئے اور کہا اے پیغمبر اکرم ﷺ خدا کا درود و سلام ہو آپ پر، اس مولود کا نام ہارون کے چھوٹے فرزند شبیر کے نام پر رکھئے جسے عربی میں حسینؓ کہتے ہیں۔

اس طرح حضرت فاطمہ زہراؓ کے دوسرے فرزند کا باعظمت نام حسین خدا کی طرف سے متعین کیا گیا۔ ولادت کے ساتویں دن فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے ایک گوسفند ذبح کر کے اپنے فرزند کا عقیقہ کیا، ان کے سر کے بال ترشوائے اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ دی۔

حضرت حسینؓ اور نانا جان ﷺ

حضرت حسینؓ کی ولادت سے رسول اکرم ﷺ کی رحلت تک چھ سال اور چند ماہ کی مدت میں لوگوں نے بار بار دیکھا کہ رسول اکرم حضرت حسینؓ سے کتنی محبت فرماتے تھے اور کس حد تک احترام کرتے تھے جس سے لوگوں کو حضرت حسینؓ کی عظمت اور بزرگی کا اندازہ ہو گیا حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ ”میں نے دیکھا کہ رسول کریم ﷺ حسینؓ کو اپنے زانوں پر بٹھائے ہوئے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں۔ تم کریم ہو کریم کے فرزند ہو اور کریموں کے پدر ہو تم خود امام ہو امام کے فرزند ہو اور اماموں کے پدر ہو۔ انس بن مالک کی روایت ہے کہ جس وقت حضور اکرمؐ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ اپنے اہل بیت میں سب سے زیادہ کسے دوست رکھتے ہیں فرمایا حسنؓ و حسینؓ کو اپنے سینے سے لگاتے تھے سونگھتے تھے اور بوسہ لیتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حسنؓ وحسینؓ کو اپنے شانوں پر بٹھائے ہوئے ہماری طرف تشریف لا رہے ہیں جب ہمارے پاس پہنچے تو ارشاد فرمایا جو شخص میرے ان دونوں فرزندوں کو دوست رکھے اس نے مجھے دوست رکھا اور جو انہیں دشمن رکھے اس نے مجھ سے دشمنی کی، رسول اللہ ﷺ اور حضرت حسینؓ کے درمیان عمیق ترین، واضح ترین اور معنوی وملکوتی رابطہ کو رسول اللہ ﷺ کے اس جملہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔

حسینؓ اور حضرت علیؓ

زندگی کے 6 سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گزرے جب حضور ﷺ نے اس دنیا سے لقائے خالق کو گئے تو زندگی کے تیس سال اپنے والد کے ساتھ گزارے، ہمیشہ انصاف سے فیصلہ کیا جس کی تمام عمر پاکیزگی اور بندگی میں گزری۔

ان تمام ادوار میں حضرت حسینؓ صبر وسکون کے ساتھ دل وجان سے اپنے پدر کی اطاعت کرتے رہے اور جب کچھ دنوں کیلئے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو خلافت ملی اس زمانے میں حضرت حسینؓ مقصد اسلام کی نشر واشاعت اور اس کی ارتقاء میں بھرپور کوشاں رہے ایک فدا کار سپاہی کی طرح بھائی کے قدم سے قدم ملا کر ہر میدان میں دشمنوں سے لوہا لیتے رہے جنگ جمل، جنگ نہروان اور جنگ صفین میں شریک رہے۔

حضرت حسینؓ کا مکہ میں قیام

معاویہؓ کے بعد یزید اسلامی حکومت کے تخت پر بیٹھا، اور اپنے کو امیر المومنین کا لقب دیا، اپنی ناحق اور ظالمانہ حکومت کو مستحکم کرنے کیلئے اسلام کی نامور شخصیتوں کے پاس پیغام بھیجا اور ان سے بیعت کا مطالبہ کیا اسی مقصد سے ایک خط حاکم مدینہ کو

لکھا اور اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ حضرت حسینؓ سے بھی بیعت لی جائے، حاکم مدینہ نے یہ خبر امام حسینؓ تک پہنچا دی اور اس کے جواب کا مطالبہ کیا، حضرت حسینؓ نے ارشاد فرمایا:

''اب اسلام کا بس خدا ہی محافظ (کیونکہ یہ لوگ اسلام کی طاقت سے اسلام کا گلا کاٹیں گے اور اسلام کو نابود کر دیں گے) جب حضرت حسینؓ نے یزید کی حکومت تسلیم نہیں کی، اسی وقت انہیں اس بات کا اندازہ ہوا کہ اب مدینہ میں رہنا مناسب نہیں، کسی وقت بھی آپ کو قتل کیا جاسکتا ہے لہذا آپ نے شب کے سناٹے میں مدینہ سے مکہ کا سفر کیا، مکہ تشریف لائے، مکہ اور مدینہ والوں کو معلوم ہو گیا کہ حضرت حسینؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی یہ خبر کوفہ میں بھی پہنچی کوفہ والوں نے حضرت حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دی کہ کوفہ تشریف لا کر ہماری رہبری فرمائیں حضرت حسین نے اپنے چچا زاد بھائی جناب مسلم بن عقیل کو اپنا نمائندہ بنا کر کوفہ بھیجا کہ وہاں والوں کے جذبات معلوم ہو سکیں اور وہاں کے حالات کا صحیح اندازہ ہو سکے۔ مقصد یزید کی اسلام مخالف حکومت کو رسوا کرنا ہے، اور نیکیوں کی دعوت دینا، برائیوں سے روکنا ظلم وستم کے خلاف آواز اٹھانا، قرآن کی حمایت اور دین محمدیؐ کی تبلیغ ہے۔

رسول اکرم ﷺ امیر المومنین حضرت علیؓ، حضرت حسینؓ اور اسلام کے تمام گزشتہ رہبروں نے بارہا حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر دی تھی، یہاں تک کہ حضرت حسینؓ کی ولادت کے وقت مرسل اعظم ﷺ نے حضرت حسینؑ کی شہادت کی خبر سنائی تھی۔

خدا کے حکم کے آگے اپنی جان کی کوئی قیمت سمجھتے ہوں یا اپنے اہل حرم کی اسیری سے خوف زدہ ہوں ایسا کچھ نہیں بلکہ حضرت حسینؓ وہ تھے جو بلا کو فضیلت اور شہادت کو سعادت سمجھتے تھے۔ (خدا کا ابدی سلام ہوان پر) کربلا کے میدان میں

حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر امت اسلامیہ میں اتنی عام ہو چکی تھی کہ عام افراد بھی اس سفر کے انجام سے واقف تھے۔ کیونکہ لوگوں نے بار بار رسول اللہ ﷺ سے حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر سنی تھی، اس بنا پر مصائب و مشکلات سے بھر پور حضرت حسینؓ کا یہ سفر لوگوں کے ذہنوں میں شہادت کی خبر کو بار بار دہرا رہا تھا۔

جو ہماری راہ میں جان قربان کر سکتا ہو اور خدا کی ملاقات کا مشتاق ہو وہ ہمارے ساتھ آئے'' اس بناء پر بعض افراد کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ حضرت حسینؓ کو اس سفر سے باز رکھیں، وہ اس بات سے غافل تھے، حضرت علی کے فرزند دوسروں سے زیادہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتا ہے، طرح طرح کے نظریات اور مشوروں کے باوجود حضرت حسینؓ اپنی راہ پر ثابت قدم رہے اور لوگوں کی باتیں ذرا بھی ان کے ارادے میں رکاوٹ نہ بنیں، حضرت حسینؓ نے سفر جاری رکھا اور ہنسی خوشی شہادت قبول کی تنہا نہیں بلکہ ایسے اعوان و انصار کے ساتھ جن میں سے ہر ایک اسلام کے افق کا درخشندہ ستارہ تھا ان شہیدوں کے خون نے کربلا کے ریگزار کو لالہ زار بنا دیا۔

حضرت حسینؓ کی شہادت کے بعد حسینؓ کے اہل حرم بھی اسیر ہوئے تا کہ شہادت کے پیغام کو عام کر سکیں ہم نے سنا اور پڑھا ہے کہ شہروں میں بازاروں میں اور مسجدوں میں ابن زیادہ کے آلودہ دربار میں، یزید کے دربار میں، ہر جگہ تقریریں کیں اور یزید کے چہرے کو بے نقاب کیا۔

امام حسینؓ کے اخلاق

حضرت حسینؓ کی 56 برس کی زندگی میں ہر ہر قدم پر للّٰہیت نظر آتی ہے حضرت حسین کی زندگی کا ہر لمحہ فناء فی اللہ تھا ان کی ساری زندگی پاکیزگی، بندگی اور رسالت محمدیہ کی نشر و اشاعت میں گزری، ہماری محدود نگاہیں ان کی وسعتوں کا اندازہ

نہیں کر سکتیں، آپ کو نماز، خدا سے راز و نیاز، تلاوت قرآن دعا اور استغفار سے بڑا لگاؤ تھا، بسا اوقات روزانہ سینکڑوں رکعت نماز پڑھتے تھے، یہاں تک کہ زندگی کے آخری شب و روز نیاز میں گذاری، دشمنوں سے رات بھر کی مہلت اس لئے مانگی تا کہ جی بھر کر خدا کی عبادت کر سکیں۔

اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ: خدا جانتا ہے کہ مجھے نماز، تلاوت قرآن، دعا اور استغفار بے حد پسند ہے، آپ متعدد بار پیدل حج کرنے تشریف لے گئے، بہت ہی خضوع وخشوع، انکساری اور بندگی کی حالت میں حضرت خیمہ سے باہر تشریف لائے، اپنے اصحاب اور فرزندوں کے ہمراہ پہاڑ کے دامن میں داہنی طرف کھڑے ہوئے اور اپنا رخ کعبہ کی طرف کیا، ایک ناتواں فقیر کی طرح ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور یہ دعا پڑھی: حمد اور ستائش ہے اس خدا کی جس کے حکم کو کوئی چیز ٹال نہیں سکتی اور کوئی شئے اس کی بخشش اور عطا کو روک نہیں سکتی، سخاوت و کرم میں اس کا ہاتھ کھلا ہوا ہے اس نے ہر چیز کو اپنی حکمت سے مستحکم اور پائیدار بنایا ہے، کسی کی پوشیدہ تلاش و جستجو اس سے مخفی نہیں ہے، جو چیز اس کے سپرد کی جاتی ہے وہ برباد نہیں ہو سکتی، وہی ہر ایک کو جزا و سزا دیتا ہے، قناعت پسندوں کے حالات کی اصلاح کرتا ہے، اور وہ ناتواں اور ضعیفوں پر رحم کرنے والا ہے، اور منافع کو نازل کرنے والا ہے، وہ دعاؤں کو سنتا ہے، اور مصیبتوں کو دور کرتا ہے نیکوکاروں کے درجات کو بلند کرتا ہے اور ستم گروں کو ذلیل کرتا ہے وہ ایک جامع اور نورانی کتاب قرآن کا نازل کرنے والا ہے، اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے کوئی اس جیسا نہیں ہے، وہ سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، لطیف اور ہر چیز سے واقفیت رکھنے والا اور تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی دعا

خدایا میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں تیری ربوبیت کی گواہی دیتا ہوں، اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ تو میرا پروردگار ہے اور تیری ہی طرف میری بازگشت ہے، میرے نام ونشان سے پہلے تو نے مجھ پر نعمتوں کا آغاز کیا اور مجھے خاک سے پیدا کیا، ایک معین ہدایت کیلئے صحیح وسالم بنا کر اس دنیا میں وجود عطا کیا، جب میں گہوارہ میں بالکل کم سن بچہ تھا اس وقت میری حفاظت کی پاکیزہ دودھ میری غذا قرار دی، پرورش کرنے والیوں کے دلوں میں میرے حق میں نرمی پیدا کی، مادر مہربان کو تربیت کا ذمہ دار قرار دیا، مجھے محفوظ رکھا اے رحمٰن ورحیم تو بہت بلند ہے، یہاں تک کہ میں نے بولنا شروع کیا، اور تو نے اپنی تمام نعمتیں مجھ پر نازل کیں، ہر سال میری پرورش کی یہاں تک کہ میری تخلیق مکمل ہوگئی، اور میرے قویٰ متعدل ہوگئے تو نے مجھ پر اپنی حجت تمام کی، اور اپنی معرفت مجھے عطا کی، اپنی حکمت کے نمونے دکھا کر مجھے حیرت زدہ کیا، آسمان وزمین کی بے مثال خلقت کی طرف مجھے متوجہ کیا شکر اور اپنی یاد کی توفیق عنایت کی، اپنی عبادت اور بندگی مجھ میں واجب کی جو چیزیں انبیاء لائے اور مجھے آگاہ کیا، اور ان کے قبول کرنے پر اپنی خوشنودی کا اظہار کیا، ان تمام مراحل میں ہر ہر قدم پر تیرا لطف وکرم میرے ہمراہ تھا، یہ سب تیرا احسان ہے۔

خدایا! تو نے یہ گوارا نہ کیا کہ بعض نعمتوں سے مجھے محروم رکھے، خدایا یہ تیرا احسان عظیم ہے کہ تو نے مختلف قسم کی کھانے پینے کی چیزیں اور طرح طرح کے لباس مجھے عطا کئے، جب تو نے مجھے ہر قسم کی نعمتوں سے نواز دیا اور ہر طرح کی مصیبتوں کو مجھ سے دور کیا، اس کے باوجود بھی میری کوتاہیوں نے تجھے اس بات پر آمادہ نہ کیا کہ وہ چیزیں عطا نہ کرے جو تیرے قرب کا باعث ہوں اور وہ اسباب فراہم نہ کرے جو

تیری نزدیکی کا سبب ہوں۔ خدایا! میں تیری کن کن نعمتوں کو شمار کروں اور کن کن باتوں پر تیرا شکر ادا کروں، تیری نعمتیں اور بخشش اتنی زیادہ ہیں کہ شمار کرنے والے ان کو شمار نہیں کر سکتے، جن مصیبتوں، پریشانیوں اور بلاؤں کو مجھ سے دور کیا ہے وہ صحت وسلامتی کی ان نعمتوں سے کہیں زیادہ ہیں، جنہیں میں جانتا ہوں۔ خدایا! تجھے اپنے ایمان پر گواہ قرار دیتا ہوں، خدایا اگر میں ہمیشہ زندہ رہوں اور ہر آن تیری نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہوں تب بھی اس بات سے قاصر ہوں کہ تیری کسی ایک نعمت کے شکر کا حق ادا کرسکوں۔

خدایا! مجھے ایسا بنادے کہ میں تجھ سے ڈروں اس طرح سے کہ گویا تجھے دیکھ رہا ہوں اور مجھے تقویٰ وپرہیزگاری کی نعمت عطا فرما، ارتکاب معصیت کی خاطر مجھے رسوا نہ کر، پروردگار! میرے دل وجان میں استغناء، میرے دل میں یقین میرے عمل میں اخلاص، میری نگاہ میں بصیرت اور دین میں آگاہی عطا فرما، اور مجھے اپنے اعضاء و جوارح سے بہرہ مند فرما۔

خدایا! میں تیری بے شمار نعمتوں، گرانقدر بخششوں کو شمار نہیں کرسکتا، میرے مولا! تو نے ہی مجھ پر کرم کیا، تجھ ہی نے نعمت دی، تجھ ہی نے میرے حق میں اچھائیاں کیں تو نے ہی فضیلتوں کا برتاؤ کیا۔ تو نے ہی اپنی بخششوں کی تکمیل کی، تو نے ہی روزی دی، تو نے ہی توفیق عطا کی تو نے ہی نوازشیں کیں، تو نے ہی مجھے مستغنی کیا، تو نے ہی عزت دی، تو نے ہی پناہ دی، تو نے ہی میرے بڑے بڑے کام انجام دیئے، تو نے ہی نے خطائیں معاف کیں، تو نے ہی مدد کی، تو نے ہی قوت دی، تو نے ہی شفا عطا کی، تو نے ہی سلامتی عطا کی، تو نے ہی سربلندی کی، تَبَارَكْتَ رَبِّي وَتَعَالَيْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ دَائِماً لَكَ الشُّكْرُ وَالصَّبَا، تو بزرگ وبرتر ہے اے میرے

پردوگار، حمد وستائش تا ابد تیری ذات سے مخصوص ہے پس خدایا میں اپنی لغزشوں کا اعتراف کرتا ہوں، میرے گناہوں کو معاف کردے اور خطاؤں سے درگزر فرما۔

اس دن حضرت حسینؓ نے اس دعا کے ذریعہ لوگوں کو اس طرح خدا کی طرف متوجہ کیا کہ گریہ کی آوازیں بے شمار ہوگئیں، ہر شخص ان کے ایک ایک لفظ پر دل کی گہرائیوں سے آمین کہہ رہا تھا۔

حضرت حسینؓ کے اوصاف

حضرت حسینؓ بہت زیادہ روزہ رکھتے تھے، راہ حق میں صدقہ دیتے تھے، اور تمام نیک کام انجام دیتے تھے۔'' حسین ابن علیؓ کی شخصیت اتنی بلند تھی کہ اس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا، جس وقت آپ اپنے بھائی حضرت حسنؓ کے ساتھ پیدل حج کو تشریف لے جاتے تھے اس وقت اسلام کی بڑی بڑی شخصیتیں آپؓ کے احترام میں پیادہ (پیدل) ہوجاتی تھیں، معاشرہ میں امام حسینؓ کو جو احترام حاصل تھا اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ آپ سماج میں زندگی بسر کرتے تھے، لوگوں سے کنارہ کش نہیں رہتے تھے دل وجان سے سماج کے مسائل میں شریک رہتے تھے، دوسروں کی طرح خود بھی مصائب ومشکلات برداشت کرتے تھے، خدائے واحد کے ایمان واعتقاد نے انہیں لوگوں کا غمخوار بنادیا تھا، ورنہ ان کے پاس نہ محل تھا نہ دو محلے اور نہ کمر بستہ غلام، نہ دربان تھے نہ صاحب ان کی زندگی بادشاہوں جیسی نہ تھی، اس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ سماج میں آپ کا طرز زندگی کیا تھا۔'' ایک روز آپؓ ایک جگہ سے گزر رہے تھے کچھ فقیر اپنی عباؤں کو بچھائے بیٹھے ہوئے تھے اور سوکھی روٹی کھانے میں شریک ہوگئے اورفرمایا: ''اِنَّ اللّٰہَ لاَ یُحِبُّ الْمُتَکَبِّرِیْنَ.'' خدا تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے بعد فرمایا: میں نے تمہاری دعوت قبول کی، اب تم لوگ میری دعوت

قبول کرو، ان لوگوں نے حضرت کی دعوت قبول کرلی اور آپ کے ساتھ گھر آگئے، حضرت نے حکم دیا کہ جو کچھ موجود ہے ان کیلئے لے آؤ'' اس طرح حضرت نے ان کی خاطر بھی کی اور تواضع وانکساری کا درس بھی دیا، شعیب بن عبدالرحمٰن فزاعی کا بیان ہے کہ ''جب حضرت حسین شہید کردیئے گئے، آپ کی پشت مبارک پر گھٹے کے نشانات دیکھے گئے، لوگوں نے امام زین العابدینؓ سے اس کا سبب دریافت کیا، امام نے فرمایا میرے والد شب کی تاریکی میں پشت پر روٹیاں رکھ کر بیواؤں، یتیموں اور فقیروں میں تقسیم فرماتے تھے، یہ اسی کے نشانات ہیں۔''

دعا کریں اللہ تعالیٰ حضرت امام حسینؓ شہید کربلاؓ کے اوصاف اور ان کے کمالات کو اختیار کرنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

☆☆☆

بحمداللہ تعالیٰ

خطبات رحیمی کی جلد ہفتم تمام ہوئی۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

☆☆☆